



ماہنامہ  
چاندنی  
راولپنڈی  
اسلام آباد  
نومبر 2011ء

جنگی قبرستان چارلی قبر  
بوسخینہ بیت چارلی کے چلے

حاجیہ آؤ شہزادہ کا روضہ دیکھو  
کعبہ تو دیکھ لے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو



نعرہ تحقیق حق ساریار  
پرا اعتراضات جوابات



مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان و بزم رضا پاکستان کے زیر اہتمام

# یوم شہادت علامہ محمد عامر زندیم چشتی

کی بلندی درجات اور ایصال ثواب کے سلسلہ میں

## تحفظ مقام مصطفیٰ کانفرنس

26 نومبر 2011ء ہفتہ بعد از نماز عشاء

بمقام زیارت بابا حیدر شاہ نزد گورنمنٹ گرلز کالج خیابان سرسید سیکٹر A-4، راولپنڈی

## شیخ محمد عرفان مشہدی

خطاب خصوصی

مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان  
علاوہ ازیں ملک پاکستان کے نامور اور جید علماء کرام خطاب فرمائیں گے

منجانب: غلام حسین عرفانی  
سیکرٹری اطلاعات و نشریات مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان



# چند ساریاں

راولپنڈی  
اسلام آباد

سرپرست اعلیٰ

حجتہ الاسلام علامہ پیر

مشہدی  
موسوی

## سید محمد عرفان

ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

### مجلس مشاورت

پیر طریقت ڈاکٹر فضیل عیاضی ..... موہڑہ شریف  
جگر گوشہ شیخ القرآن سید ریاض الحسن ..... چکوال  
صاحبزادہ علامہ ظفر الحق ..... بندیل شریف  
فخر السادات سید عنایت الحق شاہ ..... راولپنڈی  
شیخ الحدیث مفتی محمد ایوب ہزاوی ..... ہری پور  
سردار سید ضیاء اللہ شاہ گیلانی ..... خیر پور سندھ  
شیخ الحدیث پیر سائیں غلام رسول قاسمی ..... سرگودھا  
علامہ مفتی محمد عابد جلالی ..... لاہور  
علامہ الطاف الرحمن چشتی ..... اوکاڑہ  
پیر سید رضا حسین اجمیری ..... پاکپتن شریف  
علامہ ذکاء اللہ رضوی ..... گوجرانوالہ  
مفتی طارق محمود نقشبندی ..... گوجرانوالہ  
پروفیسر یعقوب رضوی ..... ملتان  
مولانا حافظ سعید احمد رضوی ..... انک

مدیر  
مسؤل

فدا حسین رضوی

مدیر

مولانا مفتی مختار علی رضوی

معاون  
مدیر

کاشف اقبال

سرکولیشن  
منیجر

غلام حسین عرفانی

ناظم  
اشاعت

مولانا محمد شفیق قادری

انچارج  
شعروادب

علامہ سفیر احمد سفیر

انچارج  
آفس

ایمان طاہر عرفانی

ترسیل زر خط و کتابت مرکزی دفتر

متصل جامع مسجد جلالی

خیابان اقبال بخش کالونی جیروہائی راولپنڈی

E-mail:

charyar.e.mustafa@gmail.com

www.charyar.e.mustafa.net

Mobile: 0333-5170513



## نمائندگان رابطہ پایانی مصطفیٰ

مولانا  
سیف الرحمن

0307-5106635

محرم سید جمیل الدین شاہ

کتب خانہ مفتی چوک راولپنڈی  
0345-5808018مولانا  
فیضان احمد جلالی

0345-9562953

قاری ضیاء المصطفیٰ اعظمی آباد

0301-5152124

جناب  
محمد ندیم انک

0321-5703215

مولانا  
محمد اویس ہزاروی

0343-5563768

مفتی وقار احمد دینی

0300-2479244

شہید نقشبندی

0300-9885467

حبیب الرحمن

جہاری کس

مولانا  
محمد بشارت عرفانی

0343-5563768

قاری محبوب عالم

0301-4303308

مفتی کامران مسعود

واہ گیشٹ

مولانا  
عبدالقدیر قادری

ایبٹ آباد

اشفاق جلالی

0300-5039984

مولانا صاحبزادہ  
سید احسان الحق شاہ

0301-5504904

مولانا  
محمد اسحاق نورانی

0300-5529023

قاری  
عاصم عرفانی

0303-5590218

مولانا  
محمد بلال رضوی

0300-9810746

کرسیدان  
عمران رضا رضوی

0301-5504904

صاحبزادہ محمد شبیر سیفی

0301-6253668

قاری  
ساجد محمود عرفانی

0302-8959913

مولانا  
بکیر میمن نقشبندی

0300-5546948

محترم اصغر عرفانی

کھاریاں

صاحبزادہ محمد اکبر لاہور

مولانا

مولانا  
خلیل احمد رضوی

گوجران

مولانا قاری  
حفیظ الرحمن

گوجران

مولانا احمد رضا

شیخوپورہ

محترم عاصم عرفانی

میرپور

مولانا  
محمد سلیمان نوری

گوجرانوالہ

مولانا محمد لقمان

0300-6235167

قاری نور النبی شمشی

سہیوال

سید اسرار حسین شاہ

پاکستان شریف

جناب  
طارق حسین

0301-6002250

مولانا  
مدرس حسین رضوی

خوشاب

محترم ایاز عرفانی

0300-5192231

محترم بلال حسن

0332-5398847

مولانا کریم بخش

0335-5924070

محترم سید شبیر احمد

ادکارہ



## مشاورت

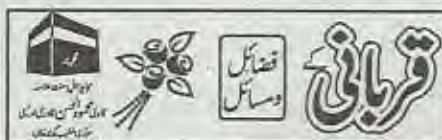
04

حمد باری تعالیٰ و نعت رسول مقبول ﷺ

05

اداریہ

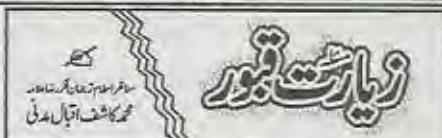
08



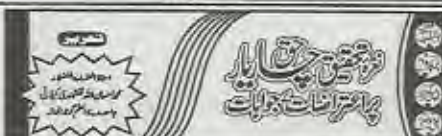
13



20



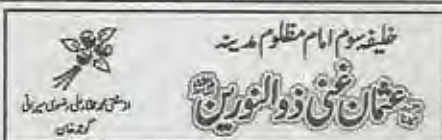
23



34



36



41



44



## حمد

## نعت رسول مقبول ﷺ

ذکر تیرا ہی تو ہر دم اے خدا کرتے رہیں  
ہم یہ لازم ہے تری حمد و ثناء کرتے رہیں  
تو ہی خالق ہے ہمارا اور رازق بھی ہے تو  
تیرے در پر ہی ہمیشہ ہم صدا کرتے رہیں  
کچھ نہیں بنتا ہے یا رب تیری رحمت کے سوا  
اس لئے تیرے کرم کی ہم دعا کرتے رہیں  
ہاں وہی اک نام جو محبوب ہے تجھ کو بہت  
ہم اسی اک نام پر یہ جان فدا کرتے رہیں  
سرخرو ہم ہونگے تب ہی میرے مولا حشر میں  
شامل حالات گر تیری رضا کرتے رہیں  
تجھ کو ہے سجدہ روا تو ہی تو سب کا ہے خدا  
تیری ہی بس بندگی صحیح و سدا کرتے رہیں  
ہو گیا اپنا غلامان محمد میں شمار  
شکر رب ہم پر گھڑی اور جا بجا کرتے رہیں  
ہے تمنا روز محشر گر نبی کا ساتھ ہو  
تو زباں پر ورد ہم صل علی کرتے رہیں  
ہو کے سجدہ ریز ہم بھی اپنے خالق کے حضور  
حامد اس کی نعمتوں کا حق ادا کرتے رہیں

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو  
رکن شامی سے مٹی وشت شام غربت  
آب زمزم تو پیا خوب بجائیں پیاسیں  
زیر میزاب ملے خوب کرم کے چھینے  
وصوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بیتابوں کی  
مثل پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد  
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ  
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا  
اولیں خانہ حق کی تو ضیائیں دیکھیں  
زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ  
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فروغ  
مہر مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حلیم  
عرض حاجت میں رہا کعبہ کفیل الحجاج  
دھو چکا ظلمت دل بوسہ رنگ اسود  
کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں  
بے نیازی سے وہاں کا مٹی پائی طاعت  
جمعہ مکہ تھا عید اہل عبادت کے لئے  
ملترم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں  
خوب سعی میں بامید صفا دوڑ لئے  
دل خوننا بہ فشاں کا بھی ترپنا دیکھو  
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو



# اداریہ

اتحادی اصرار سے جتنا کہ دیا جائے

لیبیا کے صدر معمر کزل قذافی نے ۱۹۷۰ء کو اقتدار سنبھالا تو امریکہ سمیت اطالویوں کے اڈے اور جائیدادیں ختم کر دی  
انگریزی زبان پر پابندی لگا دی عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔ اسلام کے منافی قوانین کو تبدیل کیا، شراب  
نوشی، جوا، قحبہ خانے، نائٹ کلب سے ختم کر دیے عرب اتحاد کی بنیاد پر سیاسی پالیسیاں ترتیب دیں غیر ملکوں کے قبضے سے  
تمام زمین چھین کر غریب کسانوں میں بلا معاوضہ تقسیم کر دیں ہر شخص کو تعلیم علاج اور رہائش کی سہولتیں حکومت کی طرف سے  
مفت فراہم کیں قذافی کا بیالیس سالہ ریکارڈ اقتدار خود کو وہ بالا خواص انتظام کا منہ بولنا ثبوت ہے مگر امریکہ اور یورپی ممالک لیبیا  
کے تیل پر عرصے سے لپائی نظریں جمائے ہوئے تھے چنانچہ یورپ اور امریکہ کی آنکھ میں کھٹکنے والے اسلامی ملک لیبیا پر شب خون مارتے ہوئے ۱۶ مارچ ۲۰۱۱ء  
کو امریکہ فرعون اور اسکے اتحادی دیگر نیٹو ممالک کے بزدل قزاقوں نے اپنے مکروہ عزائم و مقاصد کی خاطر عراق، افغانستان میں بربریت کے بعد ایک بار پھر  
امن عالم اور انسانی حقوق کی پامالی کرتے ہوئے برائے راست آتش بازی کا تازہ سلسلہ شروع کیا اور آٹھ ماہ کی طویل سر بھنول اور جانکاوہ کارروائی میں کھربوں  
ڈالرا خرچات لاکھوں بے گناہ انسانی جانوں مردوں، عورتوں، شیرخوار بچوں کو اپنی رعونت و فرعونیت کی بھینٹ چڑھا کر کے بعد بڑی مشکل سے اسلام کے ایک  
مجاہد کزل قذافی کو ہلاک کر کے خون سے تسخیری امن عالم کی چھین شب اور شخصی آزادی کا خواب ذلت میز سراب تعمیر رسوائے خنزیر کیا۔

قذافی کا تصور صرف یہ تھا کہ وہ اسلامی محبت و غیرت اور جرأت سے امریکہ کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرتا یہاں تک کہ اس نے اپنے وعدے  
کے مطابق جان قربان کر دی مگر امریکہ کی خدائی کو ایک سانس بھی تسلیم نہ کیا ذرا کج کا کہنا ہے کہ بے رحم یورپی و رندے فوجیوں نے قذافی کی لاش کو کھینچا اور  
توہین تضحیک پر فتح کے شادیانے بجائے ان بھوکے بھیڑیوں اور پاگل کتوں کو معلوم نہیں کہ دنیا کے مکافات عمل ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ”تِلْكَ الْأَمْثَلُ نَدَاوَلْهَا  
بَيْنَ النَّاسِ“ (القرآن) کہ دن لوگوں میں گردش کرتے ہیں۔

جو کسی کے لیے گھڑا کھودتا ہے ایک دن آتا کہ وہ خود بھی اسی میں گرتا ہے پوری دنیا میں بارود کرہ بھڑکا کر دل دوزی اور انسان سوزی کی قیامت برپا  
کرنے والے خود کو منطقی انجام سے کیسے بچا سکتے ہیں امریکہ نے صومالیہ، ویت نام، عراق اور افغانستان سے سبق نہیں سیکھا اللہ تعالیٰ کی لائچی بے آواز ہے انشاء  
اللہ اعزیز نیٹو ممالک اور ان کے سردار فرعون اعظم کی بے شکم بڑ بونگیں۔ مسوینی، نیولین، ہلٹر اور سوشلسٹ کے مگر چھروس کی طرح پاش پاش ہو کر سپرد رخت  
الوئی ہو کر روئگی امریکہ کی بے لگام دشمنگری اور بے مہار آوارہ گردی کا عبرت ناک انجام دنیا دیکھے گی بارودوں سے اسلام کا چراغ بجھایا نہ جائے گا ارشادِ عالمی  
ہے قرآن مجید میں موجود ہے ”يَرْبُدُونَ لِطَغَفُوا نُورُ اللَّهِ بِأَنوَاهِهِ“ (القرآن) کافر چاہتے ہیں کہ پھونکوں سے اللہ کے نور (چراغِ اسلام) کو بجھا دیں ”وَاللّٰه  
مَتَّعْهُ نُوْرًا وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ (القرآن) اللہ اپنے نور پورا (عالم) کر کے چھوڑے گا اگرچہ کافروں کو برا لگے دوسرے مقام پر فرمایا ”لَا يَضُرُّهُ  
كَيْدُهُمْ شَيْئًا“ (القرآن) کافروں کی سازشیں اور مکر (اسلام) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اسلام دینے کے لیے نہیں پہنچنے کے لیے آیا ہے اس لیے  
ہمارا ایمان و عقیدہ ہے کہ ”اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد“ خون شہداء شجر اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے ضرور رنگ لاتا ہے اسلام دینِ عالم غالب ہے لہذا اس کا  
سمیرا سحر دنیا کے ہر خطے پر پھیل کر رہے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: ”هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ“ (القرآن)  
اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے اپنے محبوب معظم ﷺ کو اس لیے بھیجا کہ وہ اس کے دین کو تمام ادیان عالم پر غالب کر دیں۔

سو بار چکا ہے تو امتحان ہمارا

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

بربریت سے مٹنے والا یہ نہیں ہمارا

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

ہر تال کھلی گواہی ہے: محبت نہ تو زبردستی کی جاسکتی ہے نہ کرائی جاسکتی ہے جسے نصیب ہو جائے اسے اپنے محبوب کا نقص بھی وصف نظر آتا ہے کیونکہ







محبوب ﷺ فرمادیں کہ اگر تم کو اپنے والدین، اولاد، بھائیوں، بیویوں، رشتہ داروں، مال و دولت، کاروبار و تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ رہتا ہے اور پسندیدہ مکانوں (میں سے کسی کے ساتھ) اللہ و رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبت ہے تو پھر عذاب کا انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ تا فرمان قوم کو ہدایت نہیں عطا فرماتا۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر دنیا کی کسی چیز کے ساتھ صرف محبت زیادہ رکھنے والے کو اگر مستحق عذاب ٹھہرایا گیا ہے تو پھر توہین و تنقیص کرنے والے یا اس پر خاموشی و رضا مندی اختیار کرنے والے کیسے اللہ جبار و قہار کے عذاب سے بچ سکتے ہیں آیت کریمہ سے ناموس مصطفیٰ ﷺ کی جس لطیف حساسیت کی واضح غمازی ہو رہی ہے وہ اہل ضمیر اور سلیم القہر انسان سے ڈھکی چھپی نہیں ہو سکتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے عظیم بادشاہ اور نگزیب عالمگیر کی سرکردگی میں اپنے وقت کے ۵۰۰ جید و مستند علماء کی مجلس شوریٰ مرتب رکھنے والی کسی بھی چیز کی توہین و تحقیر یا تخفیف شان کرے حتیٰ کہ فعل و جوتی مبارک کو چتری کہے وہ کافر ہے تو بے کے باوجود قتل کیا جائے گا۔

لہذا عدلیہ حکومت کو چاہئے کہ وہ جناب ممتاز حسین قادری صاحب کو فی الفور باعزت رہا کرے کہ اس نے ملک و ملت کو یقینی عذاب الہی سے بچایا ہے خود کو ہی نہیں بلکہ سب کو سرخرو کیا ہے۔

کی غم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں      یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں  
جو کرنی ہے جہانگیری غم کی غلامی کر      ادب کا تاج سر پر رکھنا خدائے غم ہو جا

”کمل فہم خافقہ الموت“ کے امر ربی کے تحت ہر جان نے اس دنیا میں آنے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو ضرور اوداع کہنا ہے تو اس سلسلہ کی نہایت افسوس ناک خبر یہ ہے کہ ماہنامہ چار یار مصطفیٰ ﷺ کی مجلس مشاورت کے سربراہ علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی صاحب کی بھائی پیر طریقت رابر شریعت پیر محمد جہانزیب قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں ہیں۔ جو موہڑہ شریف کے خاندان کیلئے انتہائی غم زدہ بات ہے اس صورت حال میں جتہ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی، مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان دسر پرست اعلیٰ ماہنامہ چار یار مصطفیٰ ﷺ مفتی مختار علی رضوی، علامہ محمد شفیق قادری، علامہ فدا حسین رضوی، غلام حسین عرفانی اور جملہ کارکنان ماہنامہ چار یار مصطفیٰ ﷺ پیر محمد جہانزیب قاسمی ان کے صاحبزادگان پیر زادہ جمال قاسمی، پیر زادہ صبیحہ اللہ قاسمی، علامہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی، پیر اورنگزیب قاسمی، پیر طریقت علامہ پیر فاروق اولیاء بادشاہ، علی افضل خان جدون سابق صوبائی وزیر میرجدون، انور جدون ایڈووکیٹ، وسیم خان جدون اور ندیم خان جدون سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ مغفورہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ خاندان موہڑہ شریف اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)





مجاہد اہل سنت علامہ  
قاری محمود الحسن قادری اویسی  
مرکزی خطیب گوجران



فضائل  
ومسائل

# قربانی کے

سنت مصطفیٰ (ﷺ) سے قربانی کا وجوب:

۱- "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّاتَنَا"۔  
(سنن ابن ماجہ الباب الاثنی عشر)  
جس کو وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

یہ شدید تنبیہ وجوب ثابت کرتی ہے۔  
۲- "مَنْ قَبِهَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِدْ"۔  
(صحیح بخاری کتاب الاضاحی)  
جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی وہ اسے لوٹائے۔

۳- "مَنْ كَانَ قَبِهَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ غَدًا مَكَانَهَا"۔  
(مشکوٰۃ المصابیح باب فی الاضاحی)  
جس شخص نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کی پس اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔

اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو عید کا حکم نہ دیا جاتا۔  
۴- "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ نَذْرًا فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةٌ"۔  
(سنن ابن ماجہ کتاب الاضاحی)  
اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے (صاحب حیثیت) پر ایک قربانی واجب ہے۔

قربانی سنت وبراہیمی ہے:

صحابہ کرام نے سوال کیا "يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ" یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد ہوا "سَنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ"۔

عید قربان کی آمد آمد ہے۔ اہل ایمان کو سنت ابراہیمی و سنت مصطفویٰ پر عمل پیرا ہو کر رضاء الہی حاصل کرنے کا موقع ملنے والا ہے۔ آئیے قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں "قربانی" کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

قربانی کیا ہے؟

قربانی کے لیے شریعت اسلامی میں قربانہ نحرہ نسلک الاضاحیۃ اور ہدی کے الفاظ مستعمل ہیں۔ قربانی سے مراد رضاء الہی کی خاطر ۱ ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری اور دنبہ میں سے کسی جانور کا ذبح کرنا ہے۔ قربانی حکماً واجب اور عملاً سنت ہے۔

قرآن مجید سے قربانی کا وجوب:

قربانی کا وجوب "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"۔  
(سورۃ البقرہ ۱۱۰)

تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

"قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ"۔  
(سورۃ الاحقاف ۱۶۳-۱۶۴)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنے سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

کے الفاظ "وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ" (اور مجھے یہی حکم ہوا ہے) سے ثابت ہے۔



بے شک اعمال (کی قبولیت) کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

ابو البشر سیدنا آدم مَعْنَى اللّٰهِ عَلٰی مِثْلِهَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے بیٹے قاتل نے اپنی قربانی قبول نہ ہونے پر سوال اٹھایا تو جواب دیا گیا:

”إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ“

(سورۃ المائدہ: ۲۷)

بے شک اللہ تقویٰ والوں سے ہی قبول کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

”لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهُمَا وَلَا دِمَاءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ تَتَقَوُّيْ مِنْكُمْ“

(سورۃ الحج: ۳۷)

اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

مصطفیٰ کریم ﷺ اور قربانی:

”أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ بَنِينَ مَضَعِي“

(جامع ترمذی الباب الاضائی)

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

رحمت مصطفیٰ (ﷺ):

رحمت عالم ﷺ نے سیاہ پاؤں، سیاہ پیٹ اور سیاہ آنکھوں والا دبیذخ کرتے ہوئے دعا فرمائی:

”اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ“

(صحیح مسلم کتاب الاضائی)

اے اللہ اس کو محمد، آل محمد اور امت محمدی کی جانب سے قبول فرما۔

رسول اللہ ﷺ نے بوقت قربانی اپنی امت کو یاد رکھ کر کتنی مہربانی فرمائی ہے۔ اب صاحب حیثیت اور صاحب ثروت امتیوں کو بھی چاہیے کہ جہاں اپنی اور اپنے خاندان کی طرف سے قربانی کرتے ہیں وہاں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے لیے بھی ایک حصہ ڈالیں اور دین و دنیا میں رحمت عالم ﷺ کی حریہ شفقتیں حاصل کریں۔

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ الباب الاضائی)

قربانی قدیم عبادت ہے:

قربانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود انسان کی۔ قرآن مجید نے انسان اول ابو البشر سیدنا حضرت آدم علی مِثْلِهَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کے بیٹوں قاتل اور قاتل کی قربانی کا ذکر اس طرح کیا:

”وَأَكَلُ عَلَيْهِمْ نَبَأُ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ“

(سورۃ المائدہ: ۲۷)

اور انہیں پڑھ کر سنا آدم کے دو بیٹوں کی کچی خیر جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی مِثْلِهَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے اپنے نچٹ جگر حضرت سیدنا اسماعیل علی مِثْلِهَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کی ریشم سے زیادہ نرم گردن پر چھری چلا کر قربانی کی تاریخ کا جو منفر دباب رقم فرمایا اس کا حسین تذکرہ قرآن مجید نے اس طرح کیا:

”فَلَمَّا سَلَّمََا نَاكَ لِلْحَمِينِ وَذَكَرْنَاهُ أَنْ يَأْتِيَهُمْ قَدْ صَدَّقَتْ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“

(سورۃ الصافات: ۱۰۳-۱۰۵)

تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے نما فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

قربانی کی قبولیت:

قربانی کی قبولیت کا دار و مدار اخلاص، للہیت اور حصول رضا الہی کے جذبہ صادق پر ہے۔ غمو و غمناش، دکھلاوے، ریاکاری اور تقویٰ سے خالی جذبات عدم قبولیت کا سبب بن جاتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“

(صحیح بخاری کتاب الايمان)



## قربانی کی اہمیت:

۱- "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَغْفِرَنَّ مَعْلَانَا"۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

۲- "عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَفْقَرُ الْوَدَّ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ تَحْمِيلِ يَنْحَرَفِي يَوْمَ عِيدِي"۔

(کنز العمال الفصل السابع في الاضاحی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رقم عید کے دن قربانی میں خرچ کی گئی اس سے زیادہ کوئی رقم اللہ کو پیاری نہیں۔

۳- "عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَيَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَعَرٍ"۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ کو خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں۔

## قربانی کا اجر و ثواب:

۱- "عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً نَفْسَهُ مُحْتَسِبًا لِأَضْحِيَّتِهِ كَانَتْ حِجَابًا مِنَ النَّارِ"۔

(کنز العمال الفصل السابع في الاضاحی)

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خوش دلی سے ثواب کی خاطر قربانی کی تو وہ (قربانی) آتش جہنم سے حجاب بن جائے گی۔

۲- "عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا

رَسُولَ اللَّهِ مَا لِهَذِهِ الْأَضَاحِي قَالَ سَعَةٌ أَنْتُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا قَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا قَالَصُوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے لیے اس میں کیا اجر ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے نیکی ہے عرض کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے بھی نیکی ہے۔

## جو قربانی نہ کر سکے:

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کسی کا دیا ہوا جانور ہے۔ کیا میں اسے قربان کر دوں؟ فرمایا "نہیں":

"وَلَكِنْ تَأْخُذْ مِنْ شَعْرَةٍ وَأُظْفَارِكَ وَتَقْصُ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَاتِقَكَ فَتُكِّلُ تَكْمًا أَضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ"۔

(سنن ابو داؤد باب فی اہجاب الاضاحی)

لیکن تم اپنے بال کتراؤ، ناخن کاٹو اور مونچھیں ترشواؤ اور اپنے مونے زیر ناف صاف کرو۔ اسی سے اللہ کے ہاں تمہاری پوری قربانی ہو جائے گی۔

## قربانی کی اقسام بلحاظ وجوب:

۱- صرف فنی پر (صاحب نصاب ہونے کے باعث)

۲- صرف فقیر پر (ارادۃ قربانی کا جانور خریدنے کے باعث)

ان دونوں قربانیوں کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھا سکتے ہیں۔

۳- غنی و فقیر دونوں پر (نذر اور منت کی قربانی) اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔ نیز یہ قربانی منت یا نذر پوری ہونے پر واجب الادا ہوگی۔

اس کا عید قربان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔



## قربانی کس پر واجب ہے:

- ۱- مسلمان
- ۲- متیم
- ۳- آزاد
- ۴- مالکِ نصاب (ذکوٰۃ و فطرانہ کا نصاب)

## قربانی کا وقت:

- ۱- ۱۰ ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک یعنی تین دن اور دوراتیں، البتہ رات کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔
- ۲- جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہو وہاں عید کی نماز کے بعد قربانی کرنا سنت ہے۔
- ۳- شہر میں کسی ایک جگہ بھی نماز پڑھ لی گئی ہو تو قربانی جائز ہے۔
- ۴- اگر کوئی شخص قربانی کے اول وقت میں مالکِ نصاب نہ ہو لیکن ختم وقت سے پہلے پہلے مالکِ نصاب ہو جائے تو قربانی واجب ہو جائے گی۔
- ۵- اول وقت میں مالکِ نصاب تھا لیکن ختم وقت سے پہلے مالکِ نصاب نہ رہا تو اب قربانی ساقط ہو جائے گی۔
- ۶- قربانی کے پورے وقت میں مالکِ نصاب رہا لیکن قربانی نہ کی تو بعد میں کسی بھی وقت (جلد از جلد) زندہ بکری صدقہ کرے یا ذبح کر کے تقسیم کرے۔

## قربانی کے جانور:

- ۱- بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ کم از کم ایک سال کا۔ اگر کوئی دنبہ چھ ماہ کا ہو لیکن ایک سال کے بکروں کے برابر لگتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔
- ۲- گائے، بیل اور بھینس کم از کم دو سال کی۔
- ۳- اونٹ کم از کم پانچ سال کا۔

## قربانی کے متفرق مسائل:

- ۱- بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ کی قربانی صرف ایک فرد کی طرف سے ہوتی ہے جب کہ گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
- ۲- شرکاء سات ہوں تو کسی فرد کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ شرکاء

سات سے کم ہونے کی صورت میں ساتواں حصہ تو سب کا ضروری ہے اگر کسی کا اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

- ۳- قربانی کے جانور میں حقیقہ کا حصہ بھی ملایا جاسکتا ہے۔
- ۴- سب شرکاء کی نیت قربانی یا حقیقہ (اگر کوئی حقیقہ کر رہا ہو تو) کی ہو۔ صرف گوشت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوگی۔
- ۵- سب شرکاء کو معلوم بھی ہو اور وہ رضا مند بھی ہوں ورنہ کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔
- ۶- اگر کوئی شریک قربانی سے قبل انتقال کر جائے تو اس کے ورثاء سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔
- ۷- قربانی ہر گھر کے ہر مالکِ نصاب پر واجب ہوتی ہے۔
- ۸- قربانی کے لیے نصاب پر سال گزرنے کی کوئی شرط نہیں ہے۔
- ۹- اگر کسی گھر کے سربراہ کے پاس صرف ایک قربانی کی گنجائش ہو تو وہ اپنی جانب سے کرے۔ اگر کسی اور کی طرف سے کرے گا تو واجب اس کے ذمے رہے گا اور وہ گنہگار ہوگا۔
- ۱۰- ایک سے زیادہ قربانیوں کی وسعت ہو تو مالکِ نصاب اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ جس کے لیے جی چاہے قربانی کر سکتا ہے۔
- ۱۱- یہ خیال کہ قربانی زندگی میں ایک ہی بار واجب ہے شرعاً بالکل غلط ہے۔
- ۱۲- قربانی والے جانور کے پیٹ سے زخمہ بچہ نکل آئے تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے۔
- ۱۳- اگر قربانی کرنے والا خود ذبح کرنا چاہتا ہو تو خود کرنا افضل ہے۔ بصورت دیگر پاس موجود ہونا بھی بہتر ہے اگر ممکن ہو تو۔
- ۱۴- قربانی کرنے والے شخص کو شروع ذی الحجہ سے قربانی کر چکنے تک ناخن اور بال نہ کٹوانا مستحب ہے۔
- ۱۵- قربانی کا گوشت اندازے سے نہیں بلکہ تول کر برابر برابر تقسیم کیا جائے۔
- ۱۶- اگر نابالغ بچہ سمجھدار ہے اور درست طریقہ سے ذبح کر سکتا ہے تو اس کا ذبح حلال ہے۔
- ۱۷- قربانی کے دنوں میں نہ تو زندہ جانور صدقہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی قیمت صدقہ کی جاسکتی ہے۔ جانور کو ذبح ہی کرنا ہوگا۔
- ۱۸- گوشت کے تین حصے کرنا مستحب ہے۔ ایک اپنے لیے، ایک رشتہ داروں کے لیے اور ایک غریب و مساکین کے لیے۔



کراس طرح ذبح کرے کہ چار یا کم از کم تین رگیں ضرور کٹیں:

”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ  
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي  
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ  
أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ  
أَكْبَرُ“

ذبح کرنے کے بعد کی دعا:

”اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي“ (اگر شرکاء زیادہ ہوں تو مئی کی بجائے میں  
کہہ کر سب شرکاء کے نام لیے جائیں) كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عِبَادِكَ اِبْرَاهِيمَ  
عليه السلام وَحَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

### تعزیت اور دعائے مغفرت

ہوک منٹ وائٹ (Hoc Ment Wite) میں خلیفہ

فیصل ایاز عرفانی کے سر دل کے عارضہ میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال فرما گئے۔

حجۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی اور کارکنان

ادارہ چاریار مصطفیٰ خلیفہ فیصل ایاز

اور مرحوم کے جملہ متوسلین ورشتہ داروں سے تعزیت کرتے ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے

اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

قائد اہل سنت پیر محمد عرفان مشہدی

کی طرف سے تمام ممبران چاریار مصطفیٰ اور کارکنان

مرکزی جماعت اہل سنت اور جس تک یہ پیغام پہنچ رہا کو ہدایت کہ  
مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب کی محافل کا اہتمام کر کے اور ان کیلئے خصوصی طور

پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

۱۹۔ ذبح کرنے والے کو گوشت اور کھال وغیرہ اجرت کے طور پر دینا جائز  
نہیں ہے۔

۲۰۔ قربانی کے جانور کا دودھ دہا یا اون اتاری تو خود استعمال نہ کرے بلکہ  
صدقہ کر دے۔

۲۱۔ قربانی کا چھرانہ تو بطور اجرت تصاب کو دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بیچ کر  
خود قیمت استعمال کی جاسکتی ہے۔ البتہ قربانی کرنے والا شخص اگر  
چھرا خود استعمال کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

۲۲۔ اگر چھرا خود استعمال نہ کرنا چاہے تو کسی بھی شتی غریب محتاج، بیوہ،  
یتیم یا معذور کو بطور صدقہ دے سکتا ہے۔ قرعی عزیزوں کو دینے میں  
زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اہلِ محکمہ یا درست عقائد و نظریات  
رکھنے والے دینی و قلمی اداروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

درج ذیل عیوب والے جانوروں کی قربانی جائز نہیں:

۱۔ جس کا سینگ جڑے اکھر گیا ہو۔

۲۔ خارش ہڈیوں تک جا پہنچی ہو۔

۳۔ اندھا جانور۔

۴۔ کانا جانور۔

۵۔ ایسا لکڑا جو خود پل کر قربان گا وہ تک نہ جاسکتا ہو۔

۶۔ ایسا دیوانہ جو چرنا چگنا چھوڑ دے۔

۷۔ بچہ جننے سے عاجز اور بہت بوڑھا جانور۔

۸۔ جس کے ایک یا دونوں کان کٹے ہوئے ہوں۔

۹۔ جس کی ناک کٹی ہوئی ہو۔

۱۰۔ جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوئی ہوں۔

۱۱۔ تھنوں کے کٹنے سے دودھ خشک ہو گیا ہو۔

۱۲۔ آنکھ یا کان کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔

۱۳۔ پیدا ہونے کاں یا دانت نہ ہوں۔

ذبح کرنے کا درست طریقہ:

ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلا لیں۔ چھری خوب تیز ہو۔ چھری  
جانور کے سامنے تیز نہ کریں۔ دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ  
کریں۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا اور ذبح کا منہ قیل کی  
طرف ہو جائے۔ ذبح اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن پر رکھے اور یہ دعا پڑھ





علامہ محمد داؤد دھانی رضوی

# زیارت روضہ رسول



کے نزدیک واجب کے حکم میں ہے۔  
(مجموعہ رسائل فضل رسول ص ۲۹۹ مطبوعہ کراچی)  
علامہ تقی الدین سبکی قدس سرہ القوی متوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں:

”والحنفية لما روا ان زيارة قبر النبي ﷺ من الفضل  
المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة  
الواجبات“.

حنفیوں نے کہا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت افضل مستحبات  
میں سے ہے بلکہ یہ واجب کے قریب ہے۔

(علامہ القام ۲۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،  
دقامہ النور ص ۱۹۲، ۱۹۱ مطبوعہ بیروت)

منقولہ بالا عبارات کا ماحصل یہ ہوا تمام ائمہ کے نزدیک روضہ  
رسول ﷺ کی زیارت اعظم مندوبات اور مستحبات میں سے ہے اور اکثر  
ائمہ احناف کے نزدیک زیارت روضہ رسول ﷺ واجب ہے۔

”عن العتبی كنت جالسا عند قبر النبي ﷺ فجاء  
اعرابی فقال السلام عليك يا رسول الله. سمعت الله  
سبحانه يقول ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك  
فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجد الله توابا  
رحيما (النساء آیت ۶۴) وقد جئتكم مستغفرا من ذنبي  
مستشفعا بك الي ربی. ثم انشاء يقول:

ياخير من دفنت بالقاع اعظمه  
خطاب فی طيهن القاع والاكم  
نفسی الفداء لقبر انت مساكنه  
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

قال فحملتنی عینای فرایت النبی ﷺ فقال لی  
ياعتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قد غفر ذنوبه“.

بسم الله الرحمن الرحيم  
حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو  
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

زیارت روضہ رسول ﷺ کے بارے میں ائمہ اربعہ کا موقف  
ملاحظہ کیجئے۔ بحر العلوم علامہ عبدالحق قدس سرہ القوی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

”اعلم ان زيارة قبر رسول الله ﷺ باتفاق مشائخنا  
الکرام وباتفاق الشافعية والمالكية وجماهير الحنبلية  
من اعظم المندوبات ومنع البركات وفي شرح  
المختار النما قریبة من الواجب معن له سعه“.

جانتا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت ہمارے  
مشائخ کرام (احناف) شافعی، مالکی اور جمہور حنبلیہ کے نزدیک  
متفقہ طور پر اعظم مندوبات اور منیع برکات میں سے ہے، شرح مختار  
میں ہے کہ جو شخص زیارت کی استطاعت رکھتا ہو اس کیلئے تو یہ  
قریب الواجب ہے۔

(رسائل الارکان ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی  
مجموعہ رسائل فضل رسول ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ نکات الدین کراچی)

”ابن الاغی“ میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے بارے میں  
لکھا ہوا ہے:

”فقال كثير منهم بانها مندوبة، وقال بعض المالكية  
والظاهرية واجبة وقال اكثر الحنفية انها قریب من  
الواجب وقریب الواجب عندهم فی حکم الواجب“.

کثیر علماء نے فرمایا ہے کہ زیارت روضہ رسول ﷺ مستحب ہے۔  
بعض مالکی اور ظاہری علماء نے کہا ہے کہ واجب ہے اکثر ائمہ  
احناف نے کہا ہے کہ یہ قریب الواجب ہے اور قریب الواجب ان



اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بعد از وصال بھی در رسول ﷺ پر حاضر ہونا جائز و مستحسن ہے۔

۲۔ اعرابی کا "السلام علیک یا رسول اللہ" کی صورت میں لفظ یا کے ساتھ سلام بھیجنا اور پکارنا اس بات کی دلیل ہے لفظ یا سے بعد از وصال سلام بھیجا جاسکتا ہے اور یہ پکارنا بھی جائز ہے۔

۳۔ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہندوں کو سید بنانا، کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ اپنے پیروں کے احوال سے واقف ہیں۔

۵۔ قبور پر حاجات کیلئے جانا یہ بھی جاؤک میں داخل ہے اور قرون اولی کے اسلاف کا طریقہ مبارک ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے گناہوں کی بخشش و مغفرت اور شفاعت رسول کا طالب ہو تو رسول اللہ ﷺ اس کی شفاعت بھی فرماتے ہیں اور بخشش و مغفرت کا مزدہ جانفزا بھی سناتے ہیں۔

اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

بحرم بلائے آتے ہیں جاؤک ہے گواہ  
پھر رد ہو کب یہ شان کریوں کے در کی ہے

### احادیث:

۱۔ "عن ابن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

(احزاب الرزق ص ۵۳، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)  
۲۔ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔"

محمد بن عبید اللہ عقی سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی تربت انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک اعرابی آیا۔ اس نے (بارگاہ رسالت مآب میں یوں سلام) عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول آپ پر سلام نازل ہو۔ پھر کہا کہ میں نے اللہ جل مجدہ کا فرمان سنا ہے کہ وہ ارشاد فرماتا ہے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت و بخشش کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں اور آپ کی شفاعت کا اپنے رب کی طرف طالب بن کر حاضر ہوا ہوں پھر یہ اشعار پڑھے:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ  
خطاب فی طیہن القاع والا کم  
نفسی الفداء لقبر انت ماکنہ  
فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

اے سب سے بہتر و افضل ذات جن کا جسم اقدس اس میدان میں مدفون ہے پس ان کی خوشبو سے پست و اونچی زمین مہک گئی، میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں آپ آرام فرمائیں اس میں پاکیزگی ہے اس میں جود و کرم ہے۔

عقی نے کہا مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے شرف ہوا تو سر کا رو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عقی! اس اعرابی کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔

(احزاب الرزق ص ۵۳، ۵۴، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا انڈیا،  
شفاء بالقاع ص ۵۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت،  
تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۶۶، ۳۶۷، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۱، ۵۲۲،  
دار الفکر بیروت، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۹۵، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت،  
اختلاف ابن تیمیہ ص ۱۸۶، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا انڈیا، شفاء بالقاع ص ۵۵، مطبوعہ لاہور)

۱۔ یہ بات واضح ہوتی کہ جب کوئی شخص گناہ کر لے تو اپنی بخشش و مغفرت کے حصول کے لیے در رسول ﷺ پر حاضر ہو جائے اور اپنے گناہوں کی بخشش کیلئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کرے یہ حکم جس طرح حضور ﷺ کی زندگی میں تھا اسی طرح بعد از وصال بھی برقرار ہے اور دلائل کے علاوہ اس اعرابی کا بعد از وصال



گے اور بروز محشر وہ امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی تربت انور کی زیارت کیلئے ہر روز شام و سحر ملائکہ حاضر ہو کر تعظیم و نیاز سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”قال ما من فجر يطلع الا نزل سبعون الفا من الملائكة حتى يحفوا بالقبر يضربون باجنحتهم ويصلون على النبي ﷺ حتى اذا امسوا عرجوا وهبط مظلهم فصنعوا مثل ذلك حتى اذا انشقت الارض خرج لي سبعين الفا من الملائكة يزفونه ﷺ واسناد الدارمي حسن كله ثقات“.

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی بھی دن ایسا نہیں طلوع ہوتا کہ جس میں ستر ہزار ملائکہ (صبح) کو تربت انور پر حاضر ہوتے یہاں تک اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو آسمانوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں اور ان ہی کی مثل (ستر ہزار شام کو) اترتے ہیں اور پڑھتے ہیں یہاں تک جب زمین شق ہو جائے گی ستر ہزار ملائکہ نکلیں گے اور رسول اللہ ﷺ کو جلوں کی جھرمٹ میں لے جائیں گے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۹۳ مطبوعہ بیروت، مشن داری ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، اتحاف الزائر ص ۲۹ مطبوعہ طابا، اخلاص ما بین تیمہ ص ۲۵۹ مطبوعہ طابا)

ملائکہ کا شام و سحر دربار مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہو کر درود و سلام بھیجتا فناء الہیہ کے عین مطابق ہے کیونکہ ملائکہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں دربار خداوندی سے حکم ملتا ہے۔

زیارت روضہ رسول ﷺ امت مسلمہ کا ایسا منتفقہ مسئلہ تھا کہ ساتویں صدی تک کسی نے بھی انکار کی جرأت نہ کی سب سے پہلے محمد الدیوبندیہ والو ہابیہ ابن تیمیہ نے انکار کیا کہ حضور ﷺ کے روضہ انور کی طرف سفر کرنا حرام ہے (معاذ اللہ) ابن تیمیہ کے اس قول بدتر از بول کے بارے میں علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

”ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام و عصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفادہ کیا علامہ برہان بن

۲۔ ”عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من زار قبري او قال من زارني كنت له شفيعا او شهيدا ومن مات في احد الحرمين بعثه الله عز وجل من الامنين يوم القيامة“.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جس نے میری قبر کی زیارت یا فرمایا جس نے میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو شخص حرمین شریفین زادما اللہ شرقا و تقسیم میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔

(اتحاف الزائر ص ۲۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت طابا، وقاد الوفا ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ بیروت)

۳۔ ”عن ابن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ من جاءني زائرا لا يعلمه حاجة الا زيارتي كان حقا على ان اكون له شفيعا يوم القيامة“.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زیارت کو آیا میری زیارت کے علاوہ اس کی کوئی حاجت نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، وکفائی وقاد الوفا ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ بیروت وکفایہ عمیل، اتحاف الزائر ص ۲۸ مطبوعہ طابا)

۴۔ ”عن ابن عمر بن الخطاب قال قال النبي ﷺ من استطاع ان يموت بالمدينة فليمت بها فاني اشفع لمن يموت بها هذا حديث حسن صحيح غريب“.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اسے موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرا چاہے اس لئے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(ترغی شریف ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ جامعہ سعید کتب خانہ، مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۰۴ مطبوعہ بیروت، شعب الایمان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ شریف ج ۳ ص ۲۳۹ مطبوعہ کتبہ رحانیہ لاہور)

منقولہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت ایک اہم عبادت ہے جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی تربت انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا رسول کریم ﷺ اس کی شفاعت بھی فرمائیں



سے نہ تم اشک بار ہیں نہ یہ قبلہ شریف کی طرف ہو چہرہ و مویہ شریف کی طرف ہو۔ نبی کریم ﷺ کے سرانور سے چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو دھیمی دھیمی آواز میں ان الفاظ سے سلام مجزئیش کرے:

”السلام عليك يا سيدى يا رسول الله

السلام عليك يا نبى الله

السلام عليك يا حبيب الله

السلام عليك يا نبى الرحمة

السلام عليك يا شفيق الامة

السلام عليك يا سيد المرسلين

السلام عليك يا خاتم النبيين

السلام عليك يا مزل

السلام عليك يا مدثر

وعلى اصولك الطيبين واهل بيتك الطاهرين

واصحابك الى يوم الدين“

بعد از سلام عقیدت دست دراز کرے اپنے لئے والدین اساتذہ، مشائخ کی وارین میں کامیابی کی دعا مانگے کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت طلب کرے۔ دعا سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بھی سرانور کے پاس جا کر بایں الفاظ و سلام عرض کرے:

”السلام عليك يا ابا بکر

السلام عليك يا عمر

السلام عليك يا خليفة رسول الله“

اسی طرح وہاں بھی دعا مانگے:

اور عاشق رسول مقبول بارگاہِ راستا تائب سید الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ تربتہ بنور انجلی و اشقی کا منظوم سلام بھی پیش کرتے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شیخ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شب اسری کے دولہا پہ دائم درود

نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ تمکین

اس کی قاہر حکومت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

کاخِ فزادری نے قریبا چالیس سطر کا مضمون لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب بن جبل نے اس سے اتفاق کیا مصر میں یہی فتویٰ مذہب اربعہ کے چاروں تفسار پر پیش کیا۔“

(دعائے امانت ج ۳ ص ۱۲۲، سیرت رسول عربی ص ۲۵۸ مطبوعہ ذابہ پبلشرز لاہور)

ابن تیمیہ کے تفردات بے شمار ہیں جن کی بنا پر ائمہ حنفیہ و متاخرین نے اسے بدعتی، کافر ملعون گستاخ و بے ادب اور ضال و مضل قرار دیا۔

”ان شئت التفصیل فلنرجع الى الشفاء السقام  
للسبکی، شواہد اہل الحق للنہانی و فتاویٰ حدیثہ  
لابن حجر و اخطاء ابن تیمیہ للمحمود السید  
صباح“

لیکن آج بھی بہت سارے لوگ اس کی تعریف و توثیق میں رطب اللسان رہتے جیسا کہ بعض گمراہ ڈاکٹر اسے تصوف کا امام اور شیخ الاسلام سمجھتے ہیں حالانکہ اس گمراہ گمراہ کے بھی تفردات ابن تیمیہ سے کہیں کم نہیں ہیں اگر اس پر بھی ابن تیمیہ کا سا حکم ٹھوس دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

### روضہ رسول کی زیارت کا طریقہ :

بندہ مومن جب مدینہ منورہ کی پُر کیف سرزمین مقدس کے دیدار پر انوار سے شرف یابی کے قصد سے نکلے تو پہلے ظاہری جسم کو غسل اور باطن کا ذکر واذکار اور صلوة بر سید الاراد سے تعفیف و تزکیہ کر لے اور اپنے آپ کو مشک و غیر سے معطر کر کے عجز و انکساری سے حرم نبی ﷺ میں پایادہ یہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہو:

”بسم الله وعلى ملة رسول الله ﷺ رب ادخلني  
مدخل صدق واخرجني مخرج صدق وجعلني من  
لذاتك سلطانا نصيرا اللهم صل على سيدنا محمد  
وعلى آل محمد الخ واغفر لي ذنوبي والفتح لي ابواب  
رحمتك وفضلك“

پھر مسجد شریف میں داخل ہو منبر شریف کے پاس دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے بعد ازاں دو رکعت اس کے علاوہ ادا کرے دعا مانگے شکر خداوندی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سعادت عظمیٰ نصیب فرمائی۔ پھر اس دربار کو ہر بار کی طرف متوجہ ہو کہ آنکھیں جس کے دیدار کیلئے ایک عرصہ



۱۔ معلوم ہوا کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے وقت ان الفاظ ”السلام علیک ایہا النبی“ اور ”السلام علیک یا رسول اللہ الخ“ کے سلام بھیجنا سنت صحابہ ہے۔

۲۔ امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ جلیل القدر محدثین و فقہاء کا یہی نظریہ ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے وقت پیٹھ قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ روضہ رسول ﷺ کی طرف اور یہی عمل سنت صحابہ بھی ہے۔

۳۔ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی تربت النور کے سامنے کھڑے ہو کر دعا بھی مانگتے تھے تو واضح ہو اور روضہ رسول ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا بھی سنت صحابہ میں داخل ہے اور یہی مقام عالی اجابت دعا کا عظیم ذریعہ بھی ہے۔

۴۔ لہذا جو وہاں شرک شرک کے فتوے لگانے میں مگن ہوتے ہیں وہ سیدنا عبد اللہ بن عمر اور صحابہ رضی اللہ عنہم امام اعظم و امام مالک اور اکابرین امت ﷺ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

۵۔ ایسے لوگ ظاہر اکلمہ پڑھتے ہیں جبکہ ان کا دل بغض مصطفیٰ ﷺ کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے جس کی بناء پر روضہ رسول ﷺ کو صنم اکبر جیسے شخص الفاظ سے تعبیر کر جاتے ہیں۔

ان کے ظاہری کلمہ اور دل میں بغض و عداوت مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی  
سلام اسلام طحہ کو کہ تسلیم زبانی ہے

حضرت سیدنا امام مالک رحمہ اللہ:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے کہ امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے مناظرہ شروع کر دیا تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

”یا امیر المؤمنین لا ترفع صوتک فی هذا المسجد  
..... وان حرمتہ میتا کحرمتہ حیاً فاستکان لها  
ابو جعفر وقال یا ابا عبد اللہ استقبل القبلة وادعوا ام  
استقبل رسول اللہ ﷺ لقال ولم تصرف وجهک عنہ

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب  
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام  
مجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا  
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرتا:

”عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان اذا قدم من سفر  
دخل المسجد ثم اتى القبر لقال السلام علیک  
یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا  
اتباء“.

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے تھے مسجد نبوی شریف تشریف لے جاتے پھر تربت رسول ﷺ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے اور (اس طرح) سلام پیش کرتے:

السلام علیک یا رسول اللہ  
السلام علیک یا ابا بکر  
السلام علیک یا اتباع

علامہ سموری فرماتے ہیں محدث عبد الرزاق نے اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت، اتحاد الکواکب ص ۴۲  
مطبوعہ مرکز اہل سنت بکرات رضاء و وقفاہ الوقافہ ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ بیروت)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

”ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی  
قبر النبی ﷺ من قبل القبلة و يجعل ظہرک الی القبلة  
و تستقبل لا القبر ہو جھک ثم تقول السلام علیک ایہا  
النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ“.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا سنون طریقہ یہ ہے کہ تو نبی کریم ﷺ کی قبر شریف پر قبلہ کی طرف سے آئے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور قبر کی طرف چہرہ ہو پھر کہے

السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

(مستد امام اعظم ص ۲۶ مطبوعہ مکتبہ دعائیہ لاہور، وقفاہ الوقافہ ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ بیروت،  
رسائل الارکان ص ۲۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کولتہ، فتح القدر لابن ابیہمام ج ۳ ص ۱۸۰، ۱۸۱  
مطبوعہ دار الفکر بیروت، اخلاطہ ابن حجر ص ۲۵۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت بکرات رضاء،  
لورالایان ص ۱۰۹ مطبوعہ مکتبہ پبلیکیشنز لاہور)



و آخرت میں اس کیلئے خسارہ و ذلت ہے اس لئے:

تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں  
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

۴۔ ”ہو وسيلتك“ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ قیامت تک وسیلہ ہیں حضور ﷺ کو وسیلہ بنانا آپ کی ظاہری حیات تک محدود نہیں تھا کیونکہ حضور ﷺ کے کمالات ختم ہونے والے نہیں دن بدن ترقی پذیر ہیں۔

۵۔ ”واستشفع به فيشفع الله“ سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور آپ کی شفاعت عند اللہ مقبول ہے۔

منکرین کا جواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد المسجد الحرام  
ومسجد الرسول والمسجد الأقصى“۔

نہ کجاوے باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ (متفق علیہ)۔

منکرین اس حدیث مبارکہ سے استدلال قاسد کرتے ہیں تنبیہ مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ چاہے روضہ رسول ﷺ ہو، مزارات انبیاء و اولیاء ہوں کیلئے سفر کرنا حرام ہے؟

آپ کی اس حدیث کی صحیح توجیہ کیلئے اکابرین امت کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ ناصحین کے ادہام قاسد کی کلی کھل جائے علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النوار فی لکھتے ہیں:

”ان المراد لا تشد الرحال الى مسجد من المساجد  
للمصلوة فيه غير هذا واما قصد زيارة صالح ونحوها  
فلا بد خلوا تحت النهي ويؤيده ما في مسند احمد قال  
رسول الله ﷺ لا ينسفی للمصلی ان يشد رحاله الى  
مسجد ينسفی فيه الصلوة غير المسجد الحرام  
والمسجد الاقصى ومسجدي“۔

مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر نہ کرنا سوائے

وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالى  
يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله“۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین اپنی آواز رسول اللہ کی مسجد میں بلند نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر بعد از وفات بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ کی مبارک زندگی میں تھی (کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی تربت النور میں زندہ ہیں) پھر جعفر منصور نے پوچھا اے ابو عبد اللہ کیا دعا کے وقت میں اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کروں؟ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تو اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ سے کیوں پھیرتا ہے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تیرے بھی اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف سے قیامت تک وسیلہ ہیں۔ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو اپنا چہرہ حضور ﷺ کی طرف کرو اور آپ سے شفاعت طلب کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

(فتاویٰ شریف ج ۲ ص ۳۶، ۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،  
اتحاد البراءین ص ۱۱۵، ۱۱۶ مطبوعہ بیروت، انصاف ابن تیمیہ ص ۳۵ مطبوعہ صافریہ،  
حیثم الراشع ج ۳ ص ۳۹۸ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الفتویٰ ص ۲۱۴ مطبوعہ لاہور)

مذکورہ بالا واقعہ سے واضح ہوا کہ:

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کا ادب و احترام اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں تھا۔ حضور تاجدار کائنات ﷺ اپنی تربت النور کے اندر اسی طرح زندہ و جاوید ہیں جس طرح کہ قبل از وفات کو حیات مبارکہ حاصل تھی۔

۲۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تربت النور پر حاضری کا شرف حاصل ہو تو حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی جائے کیونکہ آپ کے وسیلہ سے اور آپ کی طرف کر کے مانگی گئی دعا اللہ تعالیٰ بھی رد نہیں فرماتا۔

خدا کی رضا چاہتا ہیں دو عالم  
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

۳۔ ”ولو تصرف وجهك عنه“ سے تو امام مالک نے قیامت تک آنے والوں غلاموں کیلئے یہ عقیدہ متعین کر دیا کہ حضور سید عالم ﷺ سے اپنا چہرہ نہیں پھیرنا چاہئے نہ نہیں موڑنا چاہیے کیونکہ ان کی محبت یا الفت کے بغیر ایمان ہی کامل نہیں اور جو ان سے منہ پھیرتا ہے دنیا



حضرت سید عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”لَا تَجْعَلُوا قُبْرِي عَيْدًا وَلَا تَتَخَذُوا بَيْتَكُمْ قُبُورًا  
وَصَلُّوا عَلَيَّ حِينَمَا كُنْتُمْ فَاِنْ صَلَّوْكُمْ تَبْلَغُنِي“.

(ابوداؤد شریف)

تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھر کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود  
کیجو جہاں کہیں بھی ہو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی بھی مگرین غلط تشریح کر کے حرمت زیارت  
مزارات انبیاء و اولیاء ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں چند جوابات  
ملاحظہ ہوں۔ علامہ نور الدین سمودنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”قال الحافظ المنذرى يحتمل ان يكون المراد به  
الحث على كثرة زيارة قبره علیہ السلام وان لا يهمل حتى  
لا يزار الا في بعض الاوقات كالعيد الذي ياتي في العام  
الامرتين قال ويؤيده قوله لا تجعلوا بيوتكم قبورا اي  
لا تتركوا الصلوة فيها حتى تجعلوها كالقبور التي  
لا يصلى فيها قال السبكي ويحتمل ان يكون المراد  
لاتخذوا وقتا مخصوصا لاتكون الزيارة الا فيه  
لاتجعلوا قبري عيداً“.

۱۔ حافظ منذری نے فرمایا اس حدیث میں احتمال ہے کہ  
اس حدیث سے زیارت روزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے ابھارنا مراد ہے۔

۲۔ یا اس میں یہ احتمال ہے کہ روزہ رسول کی زیارت کو نہ  
ترک کیا جائے یہاں تک بعض اوقات اس کی زیارت کی جائے کی جانے  
اس شخص کی طرح جو سال میں صرف دو مرتبہ زیارت کے لیے ہے۔

۳۔ انہوں نے کہا اس بات کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
قول ”لَا تَجْعَلُوا بَيْتَكُمْ قُبُورًا“ بھی کرتا ہے کہ تم نماز کو اپنے گھروں میں  
پڑھنا ترک نہ کرو۔ یہاں تک انہیں قبروں کی طرح بنا لو جن میں نماز نہیں  
پڑھی جاتی۔

۴۔ علامہ سبکی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ  
زیارت کے لئے کوئی مخصوص وقت مقرر نہ کر لو کہ اس میں ہی زیارت کی  
جائے (جب وقت ملے تو روزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو آؤ)۔  
(دقائق الوقایع ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت)

ان تین مساجد کے لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام کے  
لئے کسی جگہ کا سفر کرنا اس نجی (منع) میں داخل نہیں اس کی تائید  
اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نمازی کو کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت  
سے سفر نہیں کرنا چاہئے سوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد  
کے۔

(حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا عبارات سے چند نکات سامنے آتے ہیں:

”لاتخذ الرحال“ سے مراد یہ ہے کہ ان تین مساجد  
کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اتنی فضیلت کا نظریہ رکھ کر قصد کرنا یہ جائز نہیں  
کسی بزرگ کی زیارت کیلئے سفر کرنا اور مزارات انبیاء و اولیاء کیلئے سفر کرنا  
جائز ہے اس حدیث میں جو نجی ہے مزارات اس میں داخل نہیں ہیں۔

اس عبارت میں حدیث ”لاتخذ الرحال“ کی تفسیر مسند امام احمد  
والی حدیث سے کر دی گئی کہ ”لاتخذ الرحال“ سے اور مساجد کی طرف سفر اس  
نیت سے منع ہے تو پھر یہی تفسیر راجح ہوتی۔ مسند امام کی حدیث میں مستثنیٰ منہ  
کا ذکر موجود ہے تو پھر اور مساجد کی طرف سفر کرنا منع ہے۔ علامہ عبد الوہاب  
بن عساکر متوفی ۶۸۶ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”وقوله لاتخذ الرحال معناه انه اذا نذر الصلوة في  
بقعة غير هذه المساجد الثلاثة لا يلزمه او لا ينعقد نذره  
لاتخذ الرحال“.

کا معنی یہ ہے کہ جس کسی شخص نے ان مساجد کے علاوہ مسجد کی  
طرف نماز کی نذر مانی نذر نہ واجب ہوگی اور نہ ہی نذر منعقد ہوگی۔

(احقاف الزواجر ص ۲۳ مطبوعہ طرابلس)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ  
”شہد رحال“ سے استدلال کرنے والا انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت  
موسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے قبور روکتا ہے اس سے  
منع کرتا بالکل محال ہے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت جائز  
قرار پائی تو اولیاء و علماء اور بزرگوں کے مزارات بھی انہیں سے حکم میں ہیں۔  
(تورال ایمان ص ۶۳ مطبوعہ صفحہ پبلی کیشنز لاہور)



# زیارتِ مقبرہ



مناظر اسلام ترجمان فکر و رضا علامہ  
محمد کاشف اقبال مدنی

حضور ﷺ کی قبر انور کی زیارت:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میرے وصال مبارک کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، کنز العمال، ج ۸، ص ۹۹، دار قلمی، ج ۲، ص ۹۹)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(دار قلمی، ج ۲، ص ۹۸)

حدیث اول یعنی ج ۲، ص ۹۸ پر بھی ہے۔

حضور ﷺ کا حکم مبارک:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت سے میں نے تمہیں منع کیا تھا اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۳۱۴، ترمذی، ج ۱، ص ۱۲۵، ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۰۵)

قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(ترمذی، ج ۱، ص ۱۲۵، کنز العمال، ج ۸، ص ۹۸)

آپ ﷺ نے قبر کی زیارت کی اجازت دی۔

(صیغی، ج ۱، ص ۱۲۵)

حضور ﷺ کا عمل مبارک:

حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی اور (ان کی یاد میں) وہاں اتار روئے کہ کبھی اتنا نہ روئے تھے۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۹۸)

حضور ﷺ شہداء کی قبر پر مع صحابہ جایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۷۹، صیغی، ج ۱، ص ۲۳۹)

آپ ﷺ مع صحابہ ہر سال شہداء کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۵)

حضور ﷺ قبرستان جا کر السلام علیکم کہتے تھے۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۵۳)

قبرستان میں جوتے سمیت جانے کی ممانعت:

حضور ﷺ نے ایک آدمی کو قبروں کے درمیان جوتے سمیت دیکھا تو فرمایا کہ اسے اتار دے۔

(ترمذی، ج ۱، ص ۲۸۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر کی وفات کے بعد ان کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں۔

(ترمذی، ج ۱، ص ۲۰۳، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۲۹)

حضرت عائشہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتی تھیں۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۵۳، مسند امام احمد، ج ۲، ص ۲۰۴)

حضرت فاطمہ حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کے لیے ہر جتنے تشریف لے جاتی تھیں۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۵۳)



مزید احادیث:

آپ ﷺ نے قبرستان جا کر اسلام علیکم کہنے کا حکم دیا۔

(مسلم، ج ۱، ص ۲۱۲)

مزید فرمایا کہ جب بھی کوئی اپنے مسلمان بھائی جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا۔ کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے، اور سلام کہتا ہے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مختصر)

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۲۸)

مزید فرمایا اگر دنیا میں صاحب قبر سے واقفیت تھی تو صاحب قبر سلام کہنے والے کو پہچان بھی لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

(کتاب البرق، ص ۱۵، از ابن قیم دہلی)

حضور ﷺ ایک شہید کی میت کے قریب تشریف فرما ہوئے اور فرمایا لوگو ان کی زیارت کیا کرو خدا کی قسم جو ان کو سلام کہتا ہے یہ اس کا جواب دیتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۱، شرح الصدور، ص ۸۲، مستدرک، ج ۲، ص ۲۲۸)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جب کوئی کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کرتا ہے جتنی دیوہ وہاں رہتا ہے صاحب قبر اس سے اس انس حاصل کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۲۸، کتاب البرق، ص ۱۵)

صحاب کرام کا عمل مبارک:

حضرت عثمان غنیؓ کسی بھی قبر پر تشریف رکھتے تو بہت روتے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۱)

حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبلؓ کو حضور ﷺ کی قبر انور کے نزدیک روتے دیکھا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۰)

حضور ابوایوب انصاریؓ قبر انور کی زیارت کے لیے آئے۔

(مستدرک، ج ۳، ص ۱۵۵)

حضرت عمرؓ کے دور میں قحط پڑ گیا صحابی قبر انور پر حاضر ہوئے اور بارش کے لیے دعا کی گزارش کی۔

(صحیح البخاری، ج ۲، ص ۳۹۵)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد

میری میت کو قبر انور کے پاس لے جانا حجرہ مبارک کے باہر رکھ کر اجازت مانگنا ایسا ہی کیا گیا اندر سے آواز آئی دوست کو دوست کے ساتھ جلد ملا دو۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۸۷، خصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۵۹)

حضرت ابن عمرؓ بھی شہدا کی قبور پر گئے سلام کیا جواب پایا ان کا بیان ہے کہ میں نے قبر کے پاس نوافل پڑھے۔

(الہدایہ، ج ۷، ص ۲۵)

قبر کی زیارت سے منع نہ فرمایا:

ایک عورت قبر کے نزدیک رو رہی تھی فرمایا صبر کر۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۷۱)

فرشتوں کی قبر انور پر حاضری:

حضرت کعب نے فرمایا کہ ہر صبح فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور ہر رات بھی ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور قبر انور کی زیارت کرتے ہیں اور رو دو شریف پڑھتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۱۷)

قبر پر ختم پڑھنا:

حضرت علاء نے اپنے صاحبزادے کو وصیت کی کہ جب تم مجھے دفن کرو۔ تو میرے سر ہانے کی طرف سورۃ البقرہ کا اول پڑھنا اور اس کی آخری آیت بھی۔

(متفق، ج ۳، ص ۵۹)

اسی بات کے ثبوت کے لیے مشکوٰۃ ص ۱۳۹ پر حضور ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

قبر پر اہل قبر کے لیے ایصالِ ثواب:

حضور ﷺ نے معاذ بن معاذؓ کی قبر پر تشریف فرما ہو کر اہل قبر کے لیے استغفار اور تکبیریں۔۔۔ فرمایا ہمارے ایسا کرنے سے اللہ نے اس کی قبر کشادہ فرمادیا۔

(مشکوٰۃ، ص ۲۶، منہ نام اصح، ص ۳۶۰)

میت کے لیے دعائے مغفرت:

عبید بن عامر کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔

(مسلم، ج ۱، ص ۳۰۲)



## صفحہ نمبر 19

## بقیہ

۵۔ مولانا غازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”اتجملوا قبری عیداً“ یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ اس کا مطلب بھی ناظرین سے (بعد لحاظ ثبوت مشروعیت زیارت قبر ثبوت بقران وحدیث وقیاس) مخفی نہیں رہ سکتا یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح بغیر قصد حصول مغفرت و سلام و صلوة صرف لباس فاخرہ پہن کر میری قبر کے پاس ایہو و لعب میں مشغول ہو جاؤ۔

(عالم دوسرے سال ص ۲۸، مطبوعہ کواثر شریف)

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ ”لا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا“ حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث سے روئے رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر کثرت سے اہمارا متصور ہے۔ اور عید نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عید صرف سال میں دو مرتبہ آتی ہے اسی طرح تم روئے رسول کی زیارت ایک دو دفعہ متعین نہ کرو بلکہ جب بھی موقع ملے۔ روئے رسول ﷺ کی زیارت کے لئے جانا باعث برکت و حصول رحمت ہے۔

## تہذیبی خبر

”کل نفس ذائقة الموت“ کے امر ربی کے تحت ہر جان نے اس دنیا میں آنے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو ضرور الوداع کہتا ہے تو اس سلسلہ کی نہایت افسوس ناک خبر یہ ہے کہ ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ کی مجلس مشاورت کے سربراہ علامہ ڈاکٹر پیر فیصل عیاض قاسمی صاحب کی بھابھی پیر طریقت رہبر شریعت پیر محمد جہانزیب قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ گذشتہ دنوں انتقال فرما گئیں ہیں۔ جو موہڑہ شریف کے خاندان کیلئے انتہائی غم زدہ بات ہے اس صورت حال میں تجدید الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی، مرکزی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان دسر پرست اعلیٰ ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ مفتی عتی رضوی، علامہ محمد شفیق قادری، علامہ قداح حسین رضوی، غلام حسین عرفانی اور جملہ کارکنان ماہنامہ چاریار مصطفیٰ ﷺ پیر محمد جہانزیب قاسمی ان کے صاحبزادگان پیر زادہ جمال قاسمی، پیر زادہ صبیحہ اللہ قاسمی، علامہ ڈاکٹر پیر فیصل عیاض قاسمی، پیر اورنگزیب قاسمی، پیر طریقت علامہ پیر فاروق اولیاء بادشاہ، علی افضل خان جدون سابق صوبائی وزیر مسیر جدون، انور جدون ایڈووکیٹ، وسیم خان جدون اور نعم خان جدون سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ مغفورہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ خاندان موہڑہ شریف اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین شد آمین)

## قبر پر سبز چیز رکھنا:

حضور ﷺ نے کجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر رکھے۔

(بخاری ج ۱، ص ۱۸۲۔ مسلم ج ۱، ص ۱۳۱۔ ترمذی ج ۱، ص ۲۱۔ ابوداؤد ج ۱، ص ۴۳۔ نسائی ج ۱، ص ۶)

## قبر پر چادر کا ثبوت:

محمد بن ابوبکر نے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبر انور کی زیارت کرنے کی گزارش کی تو حضرت عائشہ نے تینوں کی قبور سے اچھاڑ (چادر) پٹا کر قبور کی زیارت کرائی۔

(ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۳۔ مشکوٰۃ ص ۱۳۹)

حضرت فاطمہ کی قبر پر کپڑے کا اچھاڑا چڑھایا گیا۔ (مغرب ج ۱، ص ۳۱۷)

## دہائی علماء سے تائید:

غیر مقلدین کے قاضی شوکانی لکھتے ہیں، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۳، ص ۱۱۷)

مزید لکھتے ہیں کہ تمام احادیث میں قبور کی زیارت کے لیے جانا حکم شرعی سے ثابت ہوا۔ اور نہ زیارت کرنے کی تمام احادیث منسوخ ہو گئیں۔ (نیل الاوطار ج ۳، ص ۱۱۷)

جمیعت اہل حدیث کے امیر پروفیسر نے امام وہابیہ کے صادق سیالکوٹی نے حضور ﷺ کی حدیث قبور کی زیارت کیا کرو اور زیارت قبور کی مسنون دعا نقل کی ہے۔

(نواز جنازہ ص ۶۲-۶۳)

مدنی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین کرام زیارت قبور کے جواز کے دلائل سینکڑوں کتب حدیث میں موجود ہیں خوف طوالت سے بچتے ہوئے ہم ان ہی دلائل پر اکتفا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔



تحریر

استاذ العلماء والفضلاء  
محرم احسان اللہ تھیںدی کیلانی  
جامعہ مدینہ العلم کوہراوالہ

## نعرہ تحقیقِ حق لایار پر اعتراضات کے جوابات



عبارت یوں ہے ”لا یستوی من انفق قبل الفتح وقاتل قبلہ ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده“ اور مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا آپس میں برابر نہیں ہیں۔

فتح سے مراد فتح مکہ ہے اکثر مفسرین کا یہی عقار ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد صلح حدیبیہ لیا ہے ”اولئک اعظم درجۃ“ میں ”اولئک“ کا اشارہ ”من انفق قبل الفتح وقاتل“ کی طرف ہے اور ”من“ لفظ مفرود اور معنی جمع ہے اس لئے جہت لفظ کو مد نظر رکھتے ہوئے ”انفق“ اور ”قاتل“ کی دونوں ضمیریں مفرد لائی گئیں اور جہت معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے ”اولئک“ اسم اشارہ جمع لایا گیا جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے اور باوجود اس کے کہ مقام ضمیر کا تھا اسم اشارہ لایا گیا اور وہ بھی بعید کا تو یہ تعظیم کیلئے ہے ”اعظم درجۃ“ یعنی وہ لوگ جو ان دو صفتوں کے ساتھ متصف ہیں ان کا مرتبہ بلند تر ہے کن لوگوں سے؟ ”من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا“ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ان سے مراد قیامت تک کے بعد میں آنوالے ہیں جیسا کہ تفسیر صاوی میں ہے:

”وهو صادق لكل من آمن وانفق من بعد الفتح الى يوم القيامة“

(تفسیر صاوی جلد ۲ ص ۶۲)

یعنی یہ ہر اس شخص پر صادق ہے جو فتح مکہ کے بعد تاقیامت ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم -

”لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

### توضیح و تفسیر:

اس آیت مقدسہ کی مختصر توضیح و تفسیر یہ ہے کہ ”لا یستوی“ جو کہ باب افتعال سے ہے یہاں بحقیقی تفاعل مستعمل ہے جیسا کہ تفسیر مظہری میں اسی آیت مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

”لا یستوی افتعال بمعنی التفاعل وفاعله من انفق مع ما عطف علیہ المحذوف یعنی لا یستوی من انفق قبل الفتح وقاتل قبلہ ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده“

(عشری سورہ حدیث پارہ نمبر ۶۲)

لا یستوی باب افتعال ہے اور تفاعل کے معنی میں مستعمل ہے اور اس کا فاعل معطوف محذوف سمیت من انفق الخ ہے تقدیری



خصوصیت حکم کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اسی لئے ”اولئک“ فرمایا گیا تاکہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی جو ان صفات سے متصف ہیں ان کو شامل ہو سکے۔ ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے سب سے اکمل فرد ہیں کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل اور ہجرت سے قبل اپنا جمیع مال خرچ کیا اور اپنی ذات بھی سرکارِ دو عالم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اشاعت اسلام کیلئے مصروف کار رہی۔ اسی لئے سرکارِ ابد قرار دینے والے نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سنگت میں مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اتنی بات ہی اس آیت مقدسہ کے آپ کے حق میں نازل ہونے کیلئے کافی ہے۔

”و کلا وعد الله الحسنی“

اور ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے مثنویہ حسنی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ”کلا وعد“ کا مفعول اول ہے اور ”الحسنی“ مفعول ثانی۔ وعدہ تو ان سب کے ساتھ جنت کا ہے لیکن درجات متفاوت ہیں جیسا کہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں:

”الحسنی ای المثنویة الحسنی وهی الجنة مع تفاوت الدرجات“

(تفسیر مدارک جلد دوم سورہ حدید)

سرکارِ ابد قرار دینے والے نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سنگت میں مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں:

”قلت هذه الآية بمنطوقه تدل علی افضلية السابقین الاولین من المهاجرین والانصار علی من آمن بعد الفتح وانفق حینئذ وبمفهومه وسياقه يدل علی افضلية ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ علی سائر الصحابة و افضلية الصحابة علی سائر الناس فان مدار الفضل علی السبعة فی الاسلام والاتفاق والجهاد“

(تفسیر مظہری پارہ ۲۷ ص ۲۷۷ حدید)

میں کہتا ہوں یہ آیت مقدسہ اپنے منطوق کے اعتبار سے مهاجرین و انصار میں سے جو سابقین و اولین ہیں ان کی فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں اور خرچ کرنے والوں پر افضلیت کو ظاہر کرتی ہے اور اپنے مفہوم و سیاق کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام پر افضلیت پر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام لوگوں پر افضلیت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ فضیلت کا دار و مدار اسلام، اتفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سبقت لے جانے پر ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

”قال ابو الحسن الاشعري تفضيل ابی بکر علی غیره من الصحابة قطعی قلت قد اجمعه علیہ السلف“

(تفسیر مظہری زیر آیت مذکورہ)

یعنی حسنی سے مراد مثنویہ حسنی ہے اور وہ جنت ہے سمیت تفاوت درجات کے۔

### شان نزول:

متعدد مفسرین کرام جیسے علامہ قرطبی، علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری، امام نعیمی صاحب تفسیر مدارک رحمہ اللہ جبار اللہ محمشری صاحب تفسیر کشاف اور دیگر متعدد اصحاب تفسیر نے امام کلینی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے:

”والآية علی ما ذكره الواحدی عن الكلبي نزلت فی ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ ای بسببه وانت تعلم ان خصوص السبب لا يدل علی تخصيص الحكم فلذلك قال اولئك ليشمل غیره رضی اللہ عنہ ممن انتصف بذلك نعم هو اكمل الافراد فانه انفق قبل الفتح وقبل الهجرة جميع ماله وبذل نفسه معه علی الصلاة والسلام ولذا قال رضی اللہ عنہ ليس احدا من علی بصحبته من ابی بکر وذلك يكفي لنزولها فيه“

(روح المعانی جلد ۱ ص ۱۷۳)

یعنی علامہ واحدی نے امام کلینی کی روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی اس کا سبب نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ سبب کے



یذل کرھم ولائذ کرھم الا بغیر وجہہ دین وایمان  
واحسان وبغضھم کفر ونفاق وطفیان ومن احسن القول  
فی اصحاب النبی ﷺ واذا جھم وذا ینھم فقد بری من  
النفاق۔

(عقیدہ طاووس ص ۲۳۸)

ہم (اہل سنت وجماعت) رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام  
رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے  
نہیں بڑھتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بیزاری اور تبراہ اختیار  
کرتے ہیں اور ہم ہر اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرام  
رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے اور ان کو برائی سے یاد کرتا ہے اور ہم صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر سوائے خیر کے نہیں کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر،  
نفاق اور سرکشی ہے جو شخص آنحضرت ﷺ کے  
اصحاب، ازواج اور اولاد کے بارے میں اچھی  
بات کہے (درست عقیدہ رکھے) وہ نفاق سے  
بری ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق تمام امت  
سے افضل ہیں اور ان کی فضیلت قطعی ہے  
اس پر اجماع امت ہے اور یہی اہل سنت  
وجماعت کا عقیدہ ہے

اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
میں فرق مراتب کے بھی قائل ہیں جیسا کہ اس پر قرآن و سنت کے نصوص  
دلالت کرتی ہیں۔ پس اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ سب  
سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سب سے افضل حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد  
تمام امت میں سے افضل حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ اہل سنت  
وجماعت کی عقائد کی معروف و متداول کتاب العقائد النسیۃ میں ہے:

”افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصديق ثم عمر الفاروق  
ثم عثمان ذو النورین ثم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔“

نبی کریم ﷺ اور دیگر کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل  
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر  
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یعنی جس ترتیب سے یہ چاروں مستخلفات پر جلوہ افروز ہوئے  
ہیں اسی ترتیب سے ان کی فضیلت ہے جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی  
رحمۃ اللہ علیہ تحکیم الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

”ومعاهم ثانی آنکہ افضلیت خلفاء اربعہ بترتیب خلافت

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق  
رضی اللہ عنہ کی فضیلت باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قطعی ہے میں کہتا  
ہوں اس مسئلہ پر اسلاف کا اجماع ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت مقدسہ سے تین امور ثابت ہوئے:

۱۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خٹی کا وعدہ ہے یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
جنتی ہیں اور یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے برحق اور سچے مومن ہونے کی  
دلیل ہے۔

۲۔ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی اور سچے مومن ہیں لیکن ان کے  
درجات آپس میں متفاوت ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے  
والے بعد والوں سے افضل ہیں کیونکہ مذکورہ آیت مقدسہ

کے درجات کا تفاوت بیان کرنے کیلئے ہی نازل  
ہوئی ہے۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

”لاستوی معکم من انفق قبل الفتح وقاتل  
بیان لتفاوت درجات المتفلقین حسب تفاوت  
احوالھم فی الاتفاق بعد بیان ان لھم اجرا  
کبیرا علی الاطلاق۔“

(جلد نمبر ۱ ص ۱۷۱)

آیت مقدسہ ”لاستوی معکم من انفق قبل الفتح وقاتل  
الذیۃ“ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے درجات کے  
تفاوت کا بیان ہے بعد اس کے کہ ان کیلئے علی الاطلاق اجر کبیر ہے  
اور یہ درجات کا تفاوت اتفاق فی سبیل اللہ میں ان کے احوال کے  
تفاوت پر مبنی ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق تمام امت سے افضل ہیں اور ان کی فضیلت  
قطعی ہے اس پر اجماع امت ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا  
عقیدہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور تمام  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برحق اور جنتی مانتے ہوئے ان میں فرق مراتب  
کے بھی قائل ہیں اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی بالترتیب ساری امت  
سے افضل جانتے ہیں جیسا کہ ان کی کتب عقائد میں یہ باب مصرح  
ہے چنانچہ شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

”ونحب اصحاب النبی ولا نفرط فی حب احدهم  
ولا نتبرأ من احدهم ولا بغض من یبغضھم وبغیر الحق



است یعنی افضل اصحاب ابوبکر است ثم عمر ثم عثمان  
ثم علی ثم محمدؐ۔

(مخیل الایمان)

اور مقام ثانی یہ ہے کہ خلفاء اربعہ کی افضلیت کی ترتیب ان کی  
خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں  
سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد  
سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد حضرت عثمان  
غنی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ  
سب سے افضل ہیں۔

اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرنیوالے روافض  
(شیعہ) ہیں ان کے نزدیک سب سے افضل اور خلیفہ بلا فصل یعنی حضور  
ﷺ کے بعد سب سے پہلے خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان  
سے پہلے والے عین خلفاء ناحق خلیفہ ہوئے ہیں اہل سنت و جماعت ان کے  
رد میں ”حق چاریار“ کا نعرہ لگا کر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ترتیب  
افضلیت اور ترتیب خلافت میں قرآن و سنت اور جماعت امت کی رو سے  
تحقیق یہی ہے کہ یہ چاروں خلفاء اسی ترتیب سے اپنے اپنے وقت میں خلیفہ  
ہوئے ہیں اور اسی ترتیب سے عند اللہ تمام امت سے افضل ہونے میں برحق  
ہیں پس جب اہل سنت و جماعت اپنے اس عقیدے کا اظہار کرنے کیلئے اور  
روافض کا رد کرنے کیلئے نعرہ تحقیق حق چاریار لگاتے ہیں تو اس سے یہی معنی  
مراد لیتے ہیں لہذا اہل سنت و جماعت کے اس نعرہ پر یہ اعتراض بالکل لغو ہے  
کہ اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا احساس کر کے خلافت راشدہ کے نعرے  
لگاتے تھے تو ”حق بیچار“ کہنا چاہئے تھا تا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی  
تمحوظ جاتا اور اگر مکرر صحابہ کی سرکوبی کیلئے نعرے لگاتے تھے تو انہیں  
”حق سب یار“ کا نعرہ لگانا چاہئے تھا تا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منکر  
ہیں ان کی بھی تردید ہو جاتی مگر موجودہ نعرہ حق چاریار میں بغض اہل بیت کی بو  
آتی ہے یا بغض صحابہ کی نہ کہ ان کی زبدۃ التحقین عبدالقادر شاہ ص ۱۳۹۔

کیونکہ ہم کہتے ہیں یہ اعتراض جب ہو سکتا ہے جب ”حق چاریار“  
کا نعرہ لگانے والے کی مراد یہ ہو کہ برحق خلفاء صرف چار ہیں اور کوئی خلیفہ  
برحق نہیں ہے یا اس کی مراد یہ ہو کہ ”صرف یہی چار صحابہ کرام برحق یعنی سچے  
مومن ہیں اور کوئی سچا مومن نہیں ہے“ حالانکہ اہل سنت و جماعت کی ”حق  
چاریار“ کے نعرہ سے قطعاً یہ مراد نہیں ہوتی اور جو اس سے یہ معنی مراد لے وہ  
اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ اہل سنت و جماعت تو رافضیوں کے

اس عقیدے کا رد کرنے کیلئے کہ حضور ﷺ کے بعد سب سے پہلے بلا فصل  
خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ ہی تمام امت میں سب سے افضل ہیں۔  
پہلے تین خلفاء ناحق خلیفہ ہوئے اور اپنے اس عقیدہ حقدار کا اظہار کرنے کیلئے  
کہ ”قرآن و سنت اور جماعت امت کی روشنی میں تحقیق یہی ہے کہ یہ  
چاروں خلفاء جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں اپنی اسی ترتیب خلافت میں اور  
ترتیب افضلیت میں برحق ہیں“ حق چاریار کا نعرہ لگاتے ہیں۔

نعرہ تحقیق کے جواب حق چاریار پر مزید اعتراضات کے جوابات  
اعراض:

تو اس میں ”حق“ خبر ہے اور ”چاریار“ مبتدا ہے اور خبر مبتدا سے پہلے لائی گئی  
ہے حالانکہ خبر کا مرتبہ مبتدا سے موخر ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ”تقدم خبر  
ماحقہ التاخیر بغیر مبتدا“ کہ جس کا مرتبہ موخر ہو اسے مقدم کر دیتا  
قائدہ صحر دیتا ہے، لہذا ”حق چاریار“ میں حق پہلے کہنے سے معنی یہ نکلے کہ  
صرف یہی چار حق ہیں اور کوئی حق پر نہیں ہے حالانکہ سب صحابہ کرام حق پر ہیں  
چار کو حق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں باقیوں کو ٹکالنے میں مضائقہ ہے اور  
”حق“ خبر کو ”چاریار“ مبتدا پر مقدم کرنے میں ”حق“ کا چاریار میں صحر ہو  
جاتا ہے اور یہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حق کی نفی کر دیتا ہے کیونکہ صحر کا بجز  
مطلب ہے کہ اپنے محصور کے اندر جس چیز کو ثابت کر لے غیر سے اس کی نفی  
کرے اور یہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں سخت گستاخی ہے لہذا نعرہ  
تحقیق کا جواب حق چاریار کی بجائے حق سب یار ہونا چاہئے؟

جواب:

جواب سے پہلے بطور تمہید عرض ہے کہ قصر کا لغوی  
معنی ہے جس یعنی بند کرنا اور بلقاء کی اصطلاح میں قصر نام ہے ”تخصیص  
شیء بشیء بطریق مخصوص“۔ (مختصر المعانی باب القصر) کا یعنی ایک  
شیء کو دوسری شیء کے ساتھ ایک مخصوص طریقے سے خاص کرنا۔

مختصر المعانی کی شرح دوسری میں اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے  
اور اس میں مذکورہ شیء اول اور شیء ثانی کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد  
فرماتے ہیں:

”ای تخصیص موصوف بصفة او صفة بموصوف فالباء  
داخلة علی المقصور والشیء الاول ان ارید به الموصوف  
كان المراد بالشیء الثاني الصفة والعکس والذات لان  
التخصیص یتضمن مطلق النسبة المستلزمة لمعنوب  
ومعنوب الیه فان كان المخصص منسوباً فهو الصفة وال



او بحسب الاضافة الى شيء آخر بان لا يتجاوز الى ذلك الشيء وان امكن ان يتجاوز الى شيء آخر۔  
(مختصر المعانی باب القصر)

قصر کا دو قسموں حقیقی اور اضافی میں حصہ اس لئے ہے کہ ایک شیء کی دوسری شیء کے ساتھ تخصیص یا تو بحسب حقیقت یعنی نفس الامر میں ہوگی یا اس طور کہ وہ شیء جو دوسری میں بند ہوئی ہے اس کے علاوہ کسی اور کی طرف قطعاً تجاوز نہ ہو تو وہ قصر حقیقی ہوگا یا ایک شیء کی دوسری شیء کیساتھ تخصیص کسی اور شیء کی بہ نسبت ہوگی یا اس طور کہ شیء مقصود اپنے مقصود علیہ کے علاوہ اس خاص شیء کی طرف تجاوز نہ ہوگی اگرچہ اس کیلئے اپنے مقصود علیہ سے اس خاص شیء کے علاوہ کسی اور شیء کی طرف تجاوز ممکن ہے۔

پھر قصر حقیقی ہو یا اضافی ہر ایک دو درجہ ہے:

- ۱۔ قصر الموصوف علی الصفة
- ۲۔ قصر الصفة علی الموصوف

قصر الموصوف علی الصفة کے متعلق علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں:

”هو ان لا يتجاوز الموصوف تلك الصفة الى صفة اخرى لكن يجوز ان تكون تلك الصفة لموصوف آخر۔“

(مختصر المعانی باب القصر)

یعنی قصر الموصوف علی الصفة یہ ہے کہ موصوف جس صفت میں بند کیا گیا ہے اس سے کسی اور صفت کی طرف متجاوز نہ ہو لیکن یہ جائز ہے کہ وہ صفت جس میں یہ موصوف بند ہے اس کے علاوہ کسی اور موصوف کے لئے بھی ثابت ہو۔

پس موصوف جس صفت میں بند کیا گیا ہے اگر اس سے کسی اور صفت کی طرف بالکل متجاوز نہ ہو اگرچہ اس خاص صفت کے علاوہ کسی اور صفت کی طرف متجاوز ہو یہ قصر الموصوف علی الصفة اضافی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں صفت کیلئے جائز ہے کہ وہ اس موصوف کے علاوہ کسی اور موصوف کی صفت بن سکے جیسے ”ما زيد الا قائم“ کہ اس میں زید موصوف کو صفت قیام میں بند کر دیا گیا ہے لیکن صفت قیام زید میں بند نہیں ہے۔

اور قصر الصفة علی الموصوف یہ ہے کہ

”ان لا يتجاوز تلك الصفة ذلك الموصوف الى موصوف

كان منسوباً اليه فهو الموصوف والمراد بتخصيص الشيء بالشيء والاخبار بثبوت الشيء الثاني للشيء الاول دون غيره فالقصر مطلقاً يستلزم النفي والاثبات“  
(شرح الفہم جلد ۳ ص ۶۶ باب القصر)

موصوف کو صفت کے ساتھ خاص کرنا یا صفت کو موصوف کے ساتھ خاص کرنا پس باء مقصور پر داخل ہے اور شیء اول سے اگر موصوف مراد ہو تو شیء ثانی سے صفت مراد ہوگی اور اگر شیء اول سے صفت مراد ہو تو شیء ثانی سے موصوف مراد ہوگا اور شیء اول و ثانی میں ایک سے موصوف اور دوسری سے صفت اس لئے مراد لی ہے کہ تخصیص مطلق نسبت کو متضمن ہے جو کہ منسوب اور منسوب الیہ کو مستلزم ہے پس اگر تخصیص منسوب ہو تو وہ صفت ہوگی اور اگر منسوب الیہ ہو تو وہ موصوف ہوگا اور ایک شیء کی دوسری شیء سے تخصیص سے مراد اس بات کی خبر دینا ہے کہ ایک شیء دوسری شیء کیلئے ہی ثابت ہے کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے پس قصر مطلقاً نفی اور اثبات کو مستلزم ہے۔

یعنی قصر میں مطلقاً دو دعوے ہوتے ہیں ایک ایجابی اور دوسرا سلبی۔ ایجابی یہ کہ یہ چیز اس چیز کے لئے ثابت ہے اور سلبی یہ کہ یہ چیز اس کے علاوہ (جس کیلئے ثابت ہے) کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے۔

## اقسام قصر:

قصر دو قسم ہے:

- ۱۔ حقیقی
- ۲۔ اضافی

قصر حقیقی یہ ہے کہ جس چیز کو دوسری میں بند کیا ہے وہ نفس الامر میں بھی اسی میں محصور ہو اور اس کے علاوہ قطعاً اور کی طرف متجاوز نہ ہو جیسے ”ما خاتم الانبياء والرسال الا محمد ﷺ“ یعنی ختم نبوت اور ختم رسالت حضرت محمد ﷺ میں ہی محصور ہے کسی اور کیلئے قطعاً ثابت و متجاوز نہیں ہے۔

قصر اضافی یہ ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز میں بند ہے اور اس کے غیر کی طرف متجاوز نہیں اس کا عدم تجاوز کسی مخصوص شیء کی بہ نسبت ہو اگرچہ اس مخصوص شیء کے علاوہ کسی اور شیء کی طرف اس کا تجاوز ممکن ہو، چنانچہ علامہ سہل الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مختصر المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں:

”لاتخصيص الشيء بالشيء امان ان يكون بحسب الحقيقة وفي نفس الامر بان لا يتجاوز الى غير اصلا وهو الحقيقی



آخر لكن يجوز ان يكون لذلك الموصوف صفات اخرى  
(مختصر المعاني باب القصر)

قصر الصفۃ علی الموصوف یہ ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے جس میں بند ہے کسی اور موصوف کی طرف تجاوز نہ ہو لیکن یہ جائز ہو کہ اس موصوف کیلئے اور صفات ہوں جیسے ”ما قائم الا زید“ نہیں کھڑا مگر زید یعنی صفت قائم زید ہی میں بند ہے اس کے علاوہ کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے اگرچہ زید کیلئے قیام کے علاوہ اور صفات سے متصف ہونا جائز ہے۔

یہاں بھی صفت کو جس موصوف میں بند کیا گیا ہے اگر اس کے علاوہ کسی اور موصوف کی طرف قطعاً تجاوز نہ ہو تو یہ قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی ہے جیسے ”ما خاتم الانبیاء والرسل الامم علیہ السلام“ کہ صفت ختم نبوت ورسالت حضرت محمد ﷺ میں محصور ہے کسی اور کی طرف بالکل تجاوز نہیں ہے جیسا کہ گذر چکا ہے لیکن آپ ﷺ صفت ختم نبوت کے علاوہ اور صفات مثلاً شفاعت وغیرہ سے بھی متصف ہیں اور اگر صفت جس موصوف میں بند ہے اس سے کسی خاص موصوف کی طرف تجاوز نہ ہو اگرچہ اس خاص موصوف کے علاوہ کسی اور کی طرف تجاوز ہو تو یہ قصر الصفۃ علی الموصوف اضافی ہے جس کی مثال ”ما قائم الا زید“ گذر چکی ہے کہ قیام جو کہ زید میں بند ہے یہ مثلاً عمر وادور بکر کی طرف تجاوز نہیں جو کہ خاص موصوف ہیں ان کے علاوہ خالد وغیرہ کی طرف اس کا تجاوز جائز ہے لیکن دونوں صورتوں میں موصوف اس صفت کے علاوہ اور صفات سے متصف ہو سکتا ہے۔ پھر قصر حقیقی موصوف کا صفت میں ہو یا صفت کا موصوف میں دو قسم ہے:

۱- قصر حقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی

۲- قصر حقیقی ادعائی یعنی غیر تحقیقی

قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی تحقیقی یہ ہے کہ موصوف کو جس صفت میں بند کیا ہے اس کے علاوہ دیگر تمام صفات کی اس سے نفی ہو اور نفس الامر میں بھی اس کیلئے اس ایک صفت کے علاوہ کوئی اور صفت نہ ہو قصر کی اس قسم کا پایا جانا محال ہے کیونکہ کوئی ایسا موصوف نہیں کہ جس کی قطعاً ایک ہی صفت ہو اور وہ اسی میں بند ہو اس کے علاوہ کسی اور صفت کی طرف تجاوز نہ ہو اور اس کے علاوہ ہر صفت کی اس سے نفی ہو کیونکہ یہ ارتقاع نقیضین کو مستلزم ہے جو کہ محال ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود بھی محال ہوتا ہے ہاں یہ قصر ادعائی طور پر ہو سکتا ہے بہر صورت قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی کی دو قسمیں ہوئیں:

اول: حقیقی غیر ادعائی دوم: حقیقی ادعائی

اول معدوم ہے اور اس کا پایا جانا محال ہے اور دوسری موجود ہے۔ اسی طرح قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی یہ ہے کہ صفت کو جس موصوف میں بند کیا ہے اس کے علاوہ دیگر تمام چیزوں سے اس کی نفی ہو اور نفس الامر میں بھی وہ صفت اسی ایک موصوف میں محصور ہو جیسے ”ما خاتم الانبیاء والرسل الامم علیہ السلام“ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اور قصر کی یہ قسم ادعائی طور پر بھی ہو سکتی ہے واسطہ کثیرہ۔ الحاصل قصر کی یہ دونوں قسمیں کلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور قصر اضافی، قصر الموصوف علی الصفۃ یا قصر الصفۃ علی الموصوف ہر ایک تین تین قسم ہے:

۱- قصر افراد

۲- قصر قلب

۳- قصر تعین

اس تمہید کے بعد ہم جو اب عرض کرتے ہیں کہ نعرہ تحقیق کے جواب ”حق چار یار“ پر مذکورہ اعتراض قواعد بلاغت سے جہالت پر مبنی ہے کیونکہ معترض نے یہ سمجھا کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم، خبر کے مبتداء میں صھر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ یہ خیال بالکل باطل ہے کیونکہ خبر کی مبتداء پر تقدیم خبر کے مبتداء میں محصور ہونے کا قطعاً فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے اور نہ ہی اس قسم کا کوئی قاعدہ ہے اور یہ جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ ”تقدیم ماحذر الا خبر یفید الحصر“ تو اس میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ خبر کو مبتداء پر مقدم کریں تو خبر کے مبتداء میں بند ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ قاعدہ میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس چیز کا مرتبہ موخر ہو خواہ وہ خبر ہو یا معمولات فعل میں سے کوئی ہو اسے مقدم کر دینا صھر کا فائدہ دیتا ہے لیکن کس چیز کے کس چیز میں صھر کا فائدہ؟ اس امر کی وضاحت قاعدے میں نہیں ہے۔

پس اولاً ہم یہ کہتے ہیں کہ علمائے بلاغت کے ہاں مطلقاً یہ قاعدہ ہی مختلف فیہا ہے جیسا کہ دوسری شرح مختصر المعانی میں ہے:

”قوله تقدیم ماحذر التأخیر هذا یسئل تقدیم بعض معمولات الفعل علی بعض کتقدیم المفعول علی الفاعل دون الفعل وفي افتادته القصر کلام والمرجع عدم القاعدۃ۔“

(دوسری جلد نمبر ۲۰۲)

تقدیم ماحذر التأخیر الیہ یہ قاعدہ بعض معمولات فعل کی دوسرے بعض پر تقدیم کو بھی شامل ہے جیسے مفعول کی قائل پر تقدیم



حصول اختصاص کے رد کی یہ سب سے قوی دلیل ہے اور قائلین اختصاص کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تقدیم معمول کی صورت میں ہم لزوم اختصاص کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ دعویٰ اس امر کا ہے کہ تقدیم معمول کی صورت میں غالباً اختصاص ہوتا ہے اور جو امر غالب و اکثر ہو اس سے کبھی کبھی شیء خارج بھی ہو جاتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تقدیم ماحقہ التاخير کا مفید حصر ہونا متفق علیہ امر نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف ہے اور جن کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے وہ بھی اس کے کلیہ ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس قاعدہ کے اکثر یہ ہونے کے قائل ہیں اور ثانیاً خبر کی مبتداء پر تقدیم کا مفید حصر ہونا تو بالخصوص مختلف فیہ امر ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الاقان کے اندر ہی ارشاد فرماتے ہیں:

”ذكر ابن الاثير وابن النفيس وغيرهما ان تقديم الخبر على المبتداء يفيد الاختصاص ورده صاحب الفلك الدائر بأنه لم يقل به أحد وهو ممنوع فقد صرح السكاكي وغيره بأن تقديم ما ترتبه التاخير يفيد مشموله بنحو تمهيمي“

(الاقان جلد ۵ ص ۵۸)

ابن اثیر اور ابن نفیس وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم اختصاص کا قاعدہ دیتی ہے اور صاحب الفلك الدائر نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے مگر یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ سکاکی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ جس کا رتبہ مؤخر ہو اس کو مقدم کر دینا حصر کا قاعدہ دیتا ہے اور اس کی مثال انہوں نے ”تمهيمي“ سے دی ہے یعنی میں تمہیمی ہونے میں بند ہوں قیسی وغیرہ نہیں ہوں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا ارشاد سے واضح ہوا کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم کا مفید حصر ہونا بالخصوص ایک اختلافی امر ہے بعض اس کے قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں لیکن جو لوگ خبر کی مبتداء پر اس تقدیم کو مفید حصر مانتے ہیں وہ بھی کبھی اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ خبر کی مبتداء پر یہ تقدیم، مبتداء کے خبر میں بند ہونے کا قاعدہ دیتی ہے اس خبر کے مبتداء میں بند ہونے کا ہرگز قاعدہ نہیں دیتی۔ اور علامہ سکاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی مذکورہ مثال یعنی ”تمهيمي“ جسے انہوں نے خبر کی مبتداء پر تقدیم کے مفید حصر ہونے پر

نہ کہ فعل پر پس اس تقدیم کے حصر کا قاعدہ دینے میں اختلاف ہے اور راجح مذہب قاعدہ نہ دیتا ہے۔

اور الاقان فی علوم القرآن میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”كأن اهل البيان يطبقون على ان تقديم المعمول يفيد الحصر سواء كان مقعولا او ظرفا او فجز وراو لهذا قيل في اياك تعبد و اياك نستعين معناه نخصك بالعبادة والاستعانة وعالف في ذلك ابن الحاجب فقال في شرح المفصل الاختصاص الذي يتوهمه كثير من الناس من تقديم المعمول وهو استدلال على ذلك بقوله فاعبد الله مخلصا له الدين ثم قال بل الله فاعبد واعترض ابو حيان على مدعى الاختصاص بنحو افغير الله تامروني اعبد ورد صاحب الفلك الدائر الاختصاص بقوله كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل وهو اقوى ما رده به واجيب بأنه لا يدعى فيه اللزوم بل الغلبة وقد يخرج الشيء عن الغالب“

(الاقان لمخمس ص ۵۸ جلد ۵)

قریب ہے کہ اہل بیان اس بات پر متفق ہوں کہ معمول کی تقدیم خواہ وہ مقعول ہو یا ظرف یا مجرور، حصر کا قاعدہ دیتی ہے اسی لئے ”ایاک تعبد و ایاک نستعین“ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم تجھے عبادت اور استعانت کے ساتھ خاص کرتے ہیں اس بات میں ابن الحاجب رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی ہے وہ شرح مفصل میں فرماتے ہیں کہ یہ اختصاص جو کثیر لوگوں کو معمول کی تقدیم سے متوہم ہوا ہے یہ محض وہم ہے اور اس پر وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں۔ ”فاعبد الله مخلصا له الدين“ (پس تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس حال میں کہ تو دین کو اس کے لئے خالص کر دینا ہے) اور دوسرے مقام پر فرمایا ”بل الله فاعبد“ (بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر) اور ابو حیان نے بھی اختصاص کے دعویٰ داروں پر رب تعالیٰ کے اس فرمان مقدس سے اعتراض کیا ہے ”افغير الله تامروني اعبد“ (پس کیا تم غیر اللہ کی عبادت کا مجھے حکم دیتے ہو) اور صاحب الفلك الدائر نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اختصاص کا رد کیا ہے یعنی ”فكلا هدينا ونوحا هدينا من قبل“ (سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوح علیہ السلام کو اس سے پہلے ہدایت دی) اور تقدیم معمول سے



لان معنی قولنا تمیمی انا هو انه مقصور علی التمیمه  
لا یتجاوزها الی القسمیه۔

(مختصر المعانی باب احوال المسند ص ۱۶۳)

مسند (جز) کی مسند الیہ (مبتداء) پر تقدیم مسند کی مسند الیہ کے  
ساتھ بائیں معنی تخصیص کیلئے کی جاتی ہے کہ مسند الیہ مسند میں بند  
ہے جیسا کہ غیر فضل میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے کیونکہ ہمارے  
قول ”تمیمی انا“ کا معنی یہ ہے کہ وہ مسند الیہ (انا یعنی مکمل) تمیمیہ  
میں بند ہے تمیمیہ سے مثلاً قیسیہ کی طرف متجاوز نہیں ہے۔

اور اس کی شرح دوسری میں ہے:

”فهو من قصر الموصوف علی الصفة قصر اضافیہ۔“

مسند کی مسند الیہ پر تقدیم سے جو مسند الیہ (مبتداء) کا مسند (خبر)  
پر قصر ہوتا ہے یہ قصر الموصوف علی الصفة ہے اور یہ قصر اضافی ہے یعنی نہ یہ قصر  
تحقیقی تحقیقی یعنی غیر ادعائی ہے کیونکہ ایسا قصر الموصوف علی الصفة محال ہے جیسا  
کہ تمہید میں مذکور ہو چکا ہے اور نہ ہی یہ قصر الموصوف علی الصفة تحقیقی غیر تحقیقی  
یعنی ادعائی ہے بلکہ یہ قصر الموصوف علی الصفة اضافی ہے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر المعانی میں ہی اپنے  
مذکورہ بالا ارشاد کے بعد تفسیر المسند علی المسند الیہ کی مزید مثالیں  
ارشاد فرمائیں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”فجميع ذلك من قصر الموصوف علی الصفة دون  
العکس۔“

(مختصر المعانی باب احوال المسند)

ان تمام مثالوں میں موصوف (مسند الیہ) کا صفت (مسند میں خبر  
ہے) اس کا عکس یعنی صفت (خبر) کا موصوف (مبتداء) میں یہ  
خبر نہیں ہے۔

اس کی شرح دوسری اور مطول کے حاشیہ چلتی میں ہے:

”قوله دون العکس ای لان الحمل علی العکس یتدعی  
جعل التقدير لقصر المسند علی المسند الیہ والقالون انه  
لقصر المسند الیہ علی المسند۔“

(شرح انیس باب احوال المسند جلد ۱ ص ۱۱۳ حاشیہ چلتی علی المطول ص ۳۵۳)

شارح (علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ) کا قول دون العکس (کہ اس کے  
برعکس نہیں ہوگا) یہ اس لئے ہے کہ اس کے برعکس پر حمل کرنا اس

بطور دلیل پیش کیا ہے جس طرح اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ خبر کی تقدیم  
کا فائدہ دیتی ہے ساتھ اس بات کو بھی ثابت کرتی ہے کہ خبر کی تقدیم مبتداء  
کے خبر میں خبر کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ خبر کے مبتداء میں خبر کا کیونکہ ”تمیمی  
انا“ میں ”تمیمی“ جز ہے جو کہ ”انا“ مبتداء پر مقدم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ  
میں تمیمی ہونے میں بند ہوں قیسی یا طائی ہو سکی طرف متجاوز نہیں ہوں اس کا یہ  
ہرگز مطلب نہیں ہے کہ تمیمی ہونا صرف مجھ میں ہی بند ہے میرے علاوہ کوئی  
اور تمیمی نہیں ہیں اور یہ معنی ظاہر ہے کہ مبتداء کے خبر میں منحصر ہونے پر دلالت  
کرتا ہے نہ کہ خبر کے مبتداء میں منحصر ہونے پر۔

اور مواہب اللغات شرح تفسیر الفتح میں اس قاعدے کے تحت  
یہی مثال دیکر اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے چنانچہ صاحب مواہب  
الفتح فرماتے ہیں:

”ومنہا ای من طرق القصر التقدير ای تقدیر ماحقہ  
التأخیر مثل تقدیر الخبر علی المبتداء والمعمولات مثل  
المفعول والمفعول والحال علی العامل كقولك فی قصرة  
ای قصر الموصوف علی الصفة تمیمی انا بتقدیر الخبر  
علی المبتداء فیفید قصر المتکلم علی التمیمه لا یتعدھا  
الی القسمیه مثلاً۔“

(شرح انیس جلد ۱ ص ۲۰۲ باب القصر)

اور طرق قصر میں تقدیم ماحقہ التاخیر بھی ہے جیسے خبر کی مبتداء پر  
تقدیم اور معمولات مثلاً مفعول مجرور اور حال کی عامل پر تقدیم جیسے  
موصوف کے صفت پر قصر کی صورت میں خبر کو مبتداء پر مقدم کرتے  
ہوئے ترا قول ”تمیمی انا“ پس اس خبر ”تمیمی“ کی مبتداء (انا)  
پر تقدیم نے اس بات کا فائدہ دیا کہ مکمل تمیمی ہونے میں محصور ہے  
مثلاً قیسی کی طرف متجاوز نہیں ہے۔

یعنی ”تمیمی انا“ میں ”تمیمی“ (خبر) کا مرتبہ ”انا“ (مبتداء) سے  
مؤخر تھا اور اصل میں ”انا تمیمی“ تھا پس جب خبر (تمیمی) کو مبتداء (انا) پر مقدم  
کیا تو اس سے خبر کا فائدہ حاصل ہوا لیکن یہ مبتداء (انا) کے خبر (تمیمی) میں  
خبر کا فائدہ حاصل ہوا نہ کہ اس کے برعکس کا۔

اسی طرح مختصر المعانی باب احوال المسند میں ہے:

”اما تقدیرہ ای المسند فلتخصیصہ بالمسند الیہ ای لقصر  
المسند الیہ علی المسند علی ماحققنا فی ضمیر الفصل



اور اس کی شرح و سوتی میں ہے:

”قوله فلا رادۃ الخ ای فلا رادۃ افادۃ عدم الحصر ای فلا رادۃ المتکلم افادۃ السامع عدم حصر المسند فی المسند الیه وعدم العهد والتعمین فی المسند حیث یقتضی المقام ذالک وقوله الدال علیهما التعریف ای لانه اذا ارید العهد عرف بال العهدیۃ او الاضافۃ وان ارید الحصر عرف بال الجنسۃ لما سیأتی من ان تعریف المسند بال الجنسۃ یغید حصراً فی المسند الیه وقوله زید کتاب الخ ای حیث یراد مجرد الاخبار بالکتابۃ والشعر لاحصر الکتابۃ فی زید والشعر فی عمرو وملخصاً“

(شرح النسخ ج ۲ ص ۹۱)

ما تَن کے قول ”فلا رادۃ عدم الحصر والعهد“ (عدم حصر وعہد کے ارادے کی بناء پر) سے مراد عدم حصر وعہد کے قاعدے کا ارادہ ہے یعنی مسند کو متکلم نکرہ اس لئے لایا ہے کہ اس کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچائے کہ مسند کا مسند الیہ میں حصر نہیں ہے اور نہ ہی مسند میں کوئی عہد و تعین ہے کیونکہ وہ مقام اسی بات کا مستثنیٰ ہوتا ہے اور شارح صاحب کا یہ کہنا کہ حصر وعہد پر مسند کی تعریف دلالت کرتی ہے یہ اس لئے کہ جب عہد مراد ہوتا ہے تو الف لام عہد سے یا اضافت سے اسے معرفہ لایا جاتا ہے اور اگر مسند کا مسند الیہ میں حصر مقصود ہو تو اسے الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ کر کے لایا جاتا ہے جیسا کہ عقرب آجائیگا کہ مسند کو الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ لانا اس کے مسند الیہ میں حصر کا فائدہ دیتا ہے اور ما تَن صاحب کا اس کی مثال میں زید کا تب اور عمر شاعر کہنا یعنی دونوں جملوں میں کا تب اور شاعر کو جو کہ مسند ہیں نکرہ لانا اس لئے ہے کہ متکلم کا ان دونوں جملوں میں مقصود زید اور عمرو کے لئے محض کا تب ہونے اور شاعر ہونے کی خبر دینا ہے کتابت کو زید میں اور شعر کو عمرو میں بند کرنا مقصود نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ محض کا تب کا نعرہ تحقیق کے جواب ”حق چاریار“ ہر مذکورہ قاعدے یعنی ”تقدیم ماحقہ التأخیر یقید الحصر“ کی بناء پر یہ اعتراض کرنا کہ اس میں ”حق“ (خبر) کی ”چاریار“ (مبتداء) پر تقدیم ”حق“ کے ”چاریار“ میں حصر کا فائدہ دیتی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ حق انہیں چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بند ہے اور یہی چار صحابہ کرام حق پر ہیں اور کوئی حق پر نہیں حالانکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق پر ہیں پس نعرہ تحقیق کے جواب

بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسند کی مسند الیہ پر تقدیم مسند کو مسند الیہ میں بند کرنے کیلئے ہو جائے حالانکہ قانون یہ ہے کہ مسند (خبر) کی مسند الیہ (مبتداء) پر تقدیم مسند الیہ (مبتداء) کو مسند (خبر) میں بند کرنے کیلئے ہوتی ہے۔

اور سوتی میں ہی مذکورہ بالا ارشاد کے چند سطور بعد ارشاد فرماتے ہیں:

”ان التقدییم عندہم موضوع لقصر المسند الیہ علی المسند لالقصر المسند علی المسند الیہ“ (سوتی جلد ۲ ص ۱۱۲ الباب تقدیم اسے علی المسند الیہ)

مسند کی مسند الیہ پر تقدیم بلفاظ کے ہاں بیشک وضع ہی اس لئے ہوئی ہے کہ مسند الیہ (مبتداء) کا مسند (خبر) میں حصر ہونا اس لئے کہ مسند کا مسند الیہ (مبتداء) میں حصر ہو۔

الحاصل: جو لوگ اس قاعدے یعنی ”تقدیم ماحقہ التأخیر یقید الحصر“ کو تسلیم ہی نہیں کرتے ان کے ہاں تو ”حق چاریار“ میں خبر مقدم کرنے کی صورت میں کسی کا کوئی بھی حصر ثابت نہیں ہوتا اور جو لوگ اس قاعدے کو تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاں بھی جب حق چاریار کہا جائے تو حق (خبر) کا چاریار (مبتداء) میں حصر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ”چاریار“ کا ”حق“ (خبر) میں حصر ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک خبر کو مبتداء پر مقدم کر سکی صورت میں خبر کا مبتداء میں حصر ثابت نہیں ہوتا بلکہ مبتداء کا خبر میں حصر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

مزید برآں نعرہ تحقیق کا جواب ”حق چاریار“ ہونے کی صورت میں ایک اور قاعدہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں حق (خبر) کا چاریار (مبتداء) میں ہرگز حصر مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ حق (خبر) نکرہ ہے یہ معرفہ (مثلاً الحق) نہیں ہے اور متکلم خبر کو نکرہ لا کر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ میں نے خبر کے مبتداء میں حصر کا ہرگز ارادہ نہیں کیا ہے جیسا کہ مختصر المعانی میں ہے:

”واما تنکیرہ ای تنکیر المسند فلا رادۃ عدم الحصر والعهد الدال علیہما التعریف کقولک زید کتاب وعمر شاعر“ (مختصر المعانی باب احوال السند ص ۱۵۱)

مسند کو نکرہ لانا عدم حصر وعہد کے ارادہ کی بناء پر ہوتا ہے اور حصر وعہد پر مسند کی تعریف دلالت کرتی ہے جیسے تیرا قول زید کا تب وعمر شاعر۔



میں ”حق چار یار“ کی بجائے ”حق سب یار“ کہا چاہئے، متعدد وجوہ سے باطل و مردود ٹھہرا۔

**اولاً:** اس لئے کہ مذکورہ قاعدہ یعنی ”تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر“ چونکہ متفق علیہا نہیں ہے۔ لہذا جنہیں یہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں ان کے ہاں تو حق چار یار کہنے میں کسی قسم کا کوئی حصر ثابت ہی نہیں ہوتا۔

**ثانیاً:** اس لئے کہ جو لوگ اس قاعدے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اسے ”قاعدہ کلیہ“ تسلیم نہیں کرتے بلکہ ”قاعدہ اکثریہ“ تسلیم کرتے ہیں اور قاعدہ اکثریہ ہر جگہ جاری نہیں ہوتا پس ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے مذہب پر بھی یہ قاعدہ ”حق چار یار“ میں جاری نہیں ہے کہ جس سے یہاں کسی قسم کا حصر ثابت ہو۔

**ثالثاً:** اس لئے کہ اگر بالفرض قاعدہ مذکورہ کا حق چار یار میں جاری ہوتا تسلیم کر بھی لیا جائے تو قاعدہ یہ نہیں کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم، خبر کے مبتداء میں حصر کا فائدہ دیتی ہے بلکہ اس کے برعکس قاعدہ یہ ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم مبتداء کے خبر میں حصر کا فائدہ دیتی ہے پس اس قاعدہ کی رو سے حق چار یار کہنے کی صورت میں حق کا چار یار میں بند ہونا لازم نہ آیا بلکہ چار یار کا حق کے اندر حصر ثابت ہوا اور یہ قصر الموصوف علی الصفہ ہے اور یہ قصر حقیقی تحقیقی بھی نہیں کہ ایسا قصر الموصوف علی الصفہ محال ہے جیسا کہ تنہید میں گذر چکا ہے بلکہ یہ قصر اضافی ہے پھر اتواضافی فلسی ہے اور یہ راہِ فسخوں کے رد کیلئے ہے جو کہ چار یار کی اس ترتیب خلافت اور ترتیب افضلیت کو باطل سمجھتے ہیں پس اہل سنت و جماعت نے ان کے اس باطل عقیدے کا رد کرتے کیلئے حق چار یار کا نعرہ لگا کر اس بات کا اظہار کیا کہ ان چار یار کی یہ ترتیب خلافت و ترتیب افضلیت قطعاً صفت باطل سے متصف نہیں بلکہ اس کے بجائے صفت حق میں ہی بند ہے اور یہ چاروں خلفاء کرام اسی ترتیب خلافت و ترتیب افضلیت میں حق پر ہی ہیں نہ کہ باطل پر اور یا پھر یہ قصر الموصوف علی الصفہ اضافی قصر تعین ہے اور جو لوگ ان چاروں خلفاء کرام کی اس ترتیب خلافت و ترتیب افضلیت میں شک اور تردد میں مبتلا تھے کہ آیا یہ ترتیب حق ہے یا باطل ان کا رد کرتے ہوئے یہ نعرہ لگایا گیا کہ یہ چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم اس ترتیب خلافت و ترتیب افضلیت کے

اظہار سے صفت حق میں محصور ہیں اس کے برعکس صفت باطل کی طرف قطعاً متجاوز نہیں ہیں اور اس سے خارجیوں کا بھی رد ہو گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتے اور اس مقام پر قصر الموصوف علی الصفہ حقیقی ادعائی بھی ہو سکتا ہے یعنی ان چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم سے صفت حق کے علاوہ باقی جمیع صفات کی نفس الامر میں حقیقت لینی تو نہیں مگر ان کی صفت حق کے دوسری صفات ماحدہ پر غلبہ ظاہر کرنے کیلئے ادعاء انہیں صفت حق میں ہی محصور کر دیا گیا۔

**رابعاً:** اس لئے کہ تنہید مستند الا قاعدہ بھی ثابت کرتا ہے کہ حق چار یار کہنے کی صورت میں حق کا چار یار میں قطعاً حصر مراد نہیں لیا جاسکتا جیسا کہ سابقہ ذکر ہو چکا ہے۔

**خامساً:** اس لئے کہ اگر معترض کے بقول نعرہ تحقیق کا جواب ”حق چار یار“ کی بجائے ”حق سب یار“ ہو اور ”حق چار یار“ سے مماثلت ان کے مذکورہ قاعدہ کو اس انداز سے بیان کرنے کی وجہ سے ہو کہ حق چار یار میں خبر (حق) کی تقدیم نے خبر (حق) کے مبتداء (چار یار) میں حصر کا فائدہ دیا ہے تو اس طرح قاعدہ بیان کرنے سے جیسے حق چار یار پر اعتراض لازم آتا ہے ”حق سب یار“ پر بھی وہی اعتراض لازم آئے گا کہ پھر تو حق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ہی بند ہو گیا اور لازم آیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ انبیاء کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین اور دیگر تمام مومنین میں سے کوئی بھی حق پر یعنی صحابہ مومن نہ ہو کیونکہ تمہارے اس طرح قاعدہ بیان کرنے سے یہاں بھی خبر (حق) کا مبتداء (سب یار) میں حصر ہو چکا ہے اور اس کا بطلان تو اظہار من النفس ہے لہذا فی نفس حق سب یار بھی اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جب کہ مذکورہ قاعدہ کا وہی مفہوم لیا جائے جو کہ یلغاء کے ہاں درست ہے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم نے مبتداء کے خبر میں حصر کا فائدہ دیا ہے اور یہ قصر الموصوف علی الصفہ اضافی ہے اور مطلب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق پر ہی ہیں اور کوئی صحابی باطل پر نہیں ہے پس اس طرح جیسے حق سب یار درست ہوگا حق چار یار بھی درست ہوگا مگر نعرہ تحقیق کے جواب میں حق چار یار ہی متعین ہوگا کیونکہ اگرچہ تمام صحابہ کرام صفت حق میں ہی محصور ہیں اور باطل کے



علی الموصوف حقیقی تحقیق ہے اور حق سے بھی مطلقاً حق مراد لینے پر اصرار کر لے اور حق چار یار کا معنی یہ کر لے کہ صرف یہی چار صحابہ کرام حق پر ہیں یعنی سچے مومن ہیں اور کوئی صحابی حق پر یعنی سچا مومن نہیں ہے تو اگرچہ اس بات کو ہم متعدد وجوہ سے غلط ثابت کر چکے ہیں لیکن اگر وہ اسی پر مصر ہے تو بعینہ یہی اعتراض اس کے بیان کردہ متبادل جواب ”حق سب یار“ پر بھی ہوگا پس فہمما جوابہ فہو جوابہما - واللہ اعلم بالصواب

(جاری ہے)

## ضروری تصحیح

اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحابہ کرام والہی بیت عظام (اور دیگر غیر انبیاء و ملائکہ) پر بالاستقلال سلام یعنی ”علیہ السلام“ ناجائز ہے جبکہ بالبع سلام جائز و مستحسن ہے۔

گذشتہ شمارے میں صاحبزادہ محمد ضیاء الحق قادری رضوی نے یہ مسئلہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنے مضمون ”احترام سادات کی شرعی حدود“ میں بیان کیا۔ ان کے اسی مضمون میں کتابت کی غلطی کے باعث صفحہ 28 کالم 2 سطر 11 پر ”حسنین کریمین علیہ السلام“ کے الفاظ شائع ہو گئے تھے جبکہ مضمون نگار کے اصل الفاظ ”حسنین کریمین علیٰ جدھما و علیہما السلام“ تھے۔ قارئین درنگی کر لیں۔

شائبہ سے بھی پاک ہیں مگر نعرہ تحقیق سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطلقاً صفت حق میں حصر ظاہر کرنا مقصود نہیں بلکہ رافضیوں اور خارجیوں کا رد کرنے کیلئے ان چاروں خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کے ترتیب افضلیت و ترتیب خلافت کے لحاظ سے صفت حق میں حصر کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور ظاہر ہے کہ اس امر کا تعلق خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم سے ہی ہے پس نعرہ تحقیق سے جو کچھ مقصود ہے اس لحاظ سے اس کا جواب صرف حق چار یار ہی درست ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ چاروں صحابہ کرام یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں اسی ترتیب سے خلیفہ ہونے کے لحاظ سے اور اسی ترتیب سے امت میں افضل ہونے کے اعتبار سے صفت حق میں ہی محصور ہیں باطل کا ان میں شائبہ یک نہیں ہے۔

سادہ: اس لئے کہ بالفرض بقول معترض مذکورہ قاعدے کا یہی معنی تسلیم کر لیا جائے کہ خبر کی مبتداء پر تقدیم خبر کے مبتداء میں حصر کا فائدہ دیتی ہے اگرچہ بلغاء کے ہاں ایسا کوئی قاعدہ نہیں اور یہ محض معترض کی اختراع یا جہالت ہے تو پھر بھی نعرہ تحقیق کے جواب حق چار یار پر مذکورہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ حق چار یار میں حق سے مراد مطلقاً حق نہیں بلکہ ”ترتیب خلافت اور ترتیب افضلیت کے اعتبار سے حق“ مراد ہے اور یہ مقید حق والی صفت انہیں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں محصور ہے کسی اور کی طرف تنہا و تنہا نہیں اور اس مقید حق کے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں حصر سے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مطلقاً حق کی نفی لازم نہیں آتی اور اگر بالفرض حق چار یار میں حق سے مراد مطلقاً حق لیا جائے اور خبر کا مبتداء میں حصر مراد ہو تو اس صورت میں حصر حقیقی تحقیقی نہ ہوگا بلکہ حصر حقیقی ادعائی ہوگا جس سے دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مطلقاً حق کی نفی لازم آئے گی اور حق چار یار کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفت حق سے متصف ہیں لیکن ان پر چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس صفت جن میں شان اس قدر ظاہر اور بلند و بالا ہے کہ گویا یہ صفت حق ان میں ہی بند ہے۔

سابعاً: اگر معترض تمام علماء بلاغت کے خلاف خبر کی مبتداء پر تقدیم سے خبر کا ہی مبتداء میں حصر مراد لے لے اور اسی ضد پر اڑا رہے کہ یہ قصر الصفت



حضور اقدس

حسین باخلاق اور

اشاعت اسلام

علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی کی کتاب  
”مروان عرب“ سے کتاب

ترتیب و اشاعت

حکیم الطاف حسین قادری

## گذشتہ سے پیوست

پاکستانی طالبان جن کو تیار کرنے میں نجدی لابی کا ہاتھ ہے۔ یہ کبھی پاکستان کی سول اہلک کو نقصان پہنچانے میں مصروف ہیں تو کبھی پاکستانی افواج کو اپنا ہدف (-----) بناتے ہیں تو کبھی درباروں پر آئے ہوئے زائرین کو نشانہ بناتے ہیں۔

یہ جہاد نہیں ہے بلکہ فساد ہے۔ جس پر ہر محب وطن پاکستانی خون کے آنسو رو رہا ہے۔ کیا یہ جہاد ہے کہ عورتوں بچوں اور شاگردوں کو آگ میں زندہ جلتے ہوئے دیکھا جائے اور خود زلت آمیز طریقے سے برقعہ پہن کر راہ فرار اختیار کی جائے؟ اس کے علاوہ پروفیسر طاہر صاحب ماڈل ٹاؤن کی شریف مسجد سے لے کر ادارہ منہاج تک ہمیشہ دین میں انتشار پھیلانے میں مصروف رہا ہے جس کے رد میں علانے ذی وقار کتابیں تحریر کر کے عوام کو حقائق سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ اب یہ پروفیسر حسانیوں کے دامن میں چھپ کر ان کو خوش کرنے کے لیے ایک طرف جہاد کی غلط تاویلیں کر رہا ہے تو دوسری طرف امر کی جارحیت کو جائز کہنے میں مصروف ہے۔ ایسے عناصر کو بھی ہم رد کرتے ہیں۔ جہاد کے فرض ہونے سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ جبکہ ان مضمون میں ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جہاد کے فرض ہونے سے پہلے اور بعد میں لوگ سید عالم علیہ السلام کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہوتے رہے، اب اس پس منظر میں مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

البتہ یقیناً بلا شک و شبہ آپ علیہ السلام نے دست اقدس میں تلوار تھامی اور جہاد و قتال فرمایا لیکن آپ نے صرف اور صرف دفع ضرر کے لیے

تلوار تھامی۔ آپ نے شمشیر کا وار ظلم ڈھانے کے لیے نہیں بلکہ ظلم مٹانے کے لیے کیا۔ جس کا صحیح اندازہ آپ کی حیات طیبہ میں واقع غزوات کو بغیر عمق مطالعہ کرنے سے ہوگا کہ آپ نے کن حالات میں جہاد فرمائے۔ کن لوگوں کے سامنے جہاد فرمائے۔ ظالم جھاکش، فذاق اور ستم گر گروہ کے ظلم و تشدد کے بوجھ سے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لیے آپ نے جہاد کی اپنی دیوار قائم فرمادی اور مظلوم و یکس لوگوں کی نصرت و حمایت کر کے عدل و انصاف کا ماحول قائم فرمادیا۔

----- ۶۱۳ء یعنی کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال مکہ معظمہ سے کچھ مسلمان کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر یثرب کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ کیونکہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا رہنا مشرکوں نے دو بجر کر دیا تھا۔ لہذا رحمت عالم علیہ السلام کے حکم سے نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں کی بڑی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔

اس ہجرت کو ہجرت اول کہتے ہیں۔ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت جعفر بن ابی طالب و فیمرہ جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ جب مشرکین مکہ کو پتہ چلا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے ہوئے ہیں تو انہوں نے ایک جماعت کو بحیثیت وفد بہت سارے ہدیے اور تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے نجاشی کا نام اصمۃ تھا۔ کفار مکہ کے وفد نے نجاشی بادشاہ سے مسلمانوں کی شکایتیں کیں اور زہرا گل اگل کر بادشاہ کے کان بھرنے کی بھرپور کوشش کی اور یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دیں۔ بادشاہ نجاشی نے کہا کہ مسلمانوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے۔ لہذا میں جب تک ان سے رو برو بات چیت نہ کر لوں وہاں تک کوئی حکم صادر



کے ہاتھوں میں تلوار نہ تھی لیکن ”حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا“۔

کے مطابق شاہی دربار میں حق کی صداقت کا پرچم لہرایا یہاں تک کہ نجاشی بادشاہ نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا اور دولت ایمان سے مشرف ہوا۔ تو کیا شاہ حبشہ نجاشی نے تلوار کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا؟

ہرگز نہیں بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ تلوار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ بادشاہ کے تصرف میں تھی۔ بادشاہ کے ادنیٰ اشارے پر مسلمانوں کی گردنیں دھڑسے الگ ہو سکتی تھیں۔

بادشاہ مختار تھا مجبور نہ تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں مکہ معظمہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر کس نے تلوار دکھا کر مجبور کیا تھا؟ بلکہ حضرت عمر تو تلوار لے کر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے لیکن قرآن مجید کی حقانیت سے اسے متاثر ہوئے کہ جس تلوار سے اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے گئے تھے اس تلوار سے اپنے کفر کو کاٹ ڈالا اور ایمان کی لازوال دولت سے مالا مال ہو گئے۔

اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد نہ فرماتے تو ظلم کی روک تھام نہ ہوتی۔ اور بڑھتے ہوئے ظلم کو روکنا انسانیت کا اہم فریضہ اور تقاضا ہے۔ ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہونا اور اس کا دلیرانہ مقابلہ کرنا بہادری کی علامت ہے اور اس کے برعکس ظلم کو دیکھ کر گھٹنے ٹیک دینا اور سر پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بزدلی اور کاہلی ہے۔ اس قسم کی بزدلی دکھانے سے ظالم کے حوصلے اور بڑھیں گے اور معاشرے سے امن و امان دائمی طور پر رخصت ہو جائے گا۔

(جاری ہے)

نہیں کر سکا۔ چنانچہ مسلمان شاہی دربار میں طلب کئے گئے۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے دین اسلام کے متعلق سے کچھ سوالات کئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسلامی احکام کی ایسی نفس ترجات کی کہ بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ تلاوت کرو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم تلاوت کی۔۔۔۔۔

پھر نجاش نے کہا کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہ ذات گرامی ہے جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی ہے۔ اس کے بعد نجاشی نے قریش مکہ کے تھنوں کو لوٹا دیا اور ان کو ذلیل و رسوا کر کے اپنے دربار سے نکال دیا۔

۔۔۔۔۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا مکہ سے حبشہ تک ہجرت کرنا ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی صداقت (سچائی) کو ایسا جانا اور مانا کہ تحفہ ایمان کی خاطر اپنے مادر وطن کو خیر آباد والوداع کر دیا۔ مکہ معظمہ میں ان پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے وہ صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ہی کئے گئے تھے۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہوتا تو اسلام قبول کرنے والی ایک بڑی جماعت مکہ سے ہرگز ہجرت نہ کرتی۔ اسلام نے تلوار نہیں اٹھائی تھی بلکہ اسلام پر تلوار اٹھائی گئی تھی۔ اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلا یا جا رہا تھا بلکہ اسلام کو تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

کفار مکہ کی اسلام دشمنی، تشدد و تعصب کی حدیں عبور کر چکی تھیں۔ لہذا مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے والوں کو حبشہ میں بھی پریشان کرنے کے قاسد ادارے سے کفار مکہ کا وفد مسلمانوں کے تعاقب میں حبشہ پہنچ گیا۔

حبشہ کے بادشاہ کو اپنا موافق بنانے کے لیے قیمتی تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے یعنی اسلام کو ختم کرنے کے لیے اپنا تہن، امن اور دھن سب خرچ کرنے لگے۔ تحائف اور ہدایا کے ذریعے شاہی دربار میں رسائی حاصل ہوتے پر انہوں نے پہلی فرمائش مسلمانوں کو حبشہ سے جلا وطن کرنے کی کی۔ لیکن انصاف پسند بادشاہ نے مسلمانوں کو گفت و شنید کا موقع دیا۔ جس وقت مسلمان نجاشی بادشاہ کے دربار میں طلب کئے گئے تھے اس وقت مسلمان مظلومیت کی حالت میں تھے۔ ان پر شرانگہ بڑی (فساد) پھیلائے کا الزام تھا۔ بحیثیت ملزم وہ شاہی دربار میں کھڑے تھے۔ ان کے مستقبل کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ جلا وطنی کی تلوار ان کے سروں پر لٹک رہی تھی۔ مسلمانوں





از مفتی محمد مختار علی رضوی سیرانی  
گوجران

خلیفہ سوم امام مظلوم مدینہ

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

### نام و نسب و کنیت:

آپ کا نام عثمان تھا اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اور نسب عثمان بن عفان بن ابوالحارث بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اردی تھا جو کریم بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ آپ کی نانی کا نام بیضا تھا جو حضرت رسول کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمرو تھی اور اسلام میں ابو عبد اللہ۔ عبد اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادے کا نام تھا جو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہو کر چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔

### القاب:

ذوالنورین یعنی دونوں والا چونکہ حضرت رسول کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں اس لیے یہ لقب پڑا، جامع القرآن بھی آپ کا لقب ہے کیونکہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں قرآن مجید کی کئی نقلیں مختلف اسلامی ممالک کو بھیجی تھیں۔ غنی بھی آپ کا لقب ہے کیونکہ آپ دولت سے بے پروا تھے۔

### ولادت و تربیت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابو بکر کی طرح آپ بھی شراب سے سخت متنفر تھے۔ اور انہی کی طرح آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ چنانچہ اپنے کاروبار میں

بے حد دولت کمائی۔ آپ کا شمار بڑے بڑے امراء میں ہوتا تھا۔ طبیعت میں سادہ پن تھا۔

### قبول اسلام:

عالم شباب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر سلام قبول کیا آپ ان چند مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے شروع دعوت اسلام میں حضور اکرم ﷺ سے دارالارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور اس سات مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت خدیجہ، حضرت صدیق، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے پر آپ کے بچانے آپ پر بڑا جبر و ستم کیا۔ لیکن حق جودل میں گھر کر چکا تھا بچا کے سارے جو و ستم سہارا ہا ایک بار ان کے بچانے پوری میں بند کر کے دھوئی دی سانس رک گئی۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب نبی اور عشق رسول کا جو شاندار مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ شریف لے گئے تو صحابہ کرام کو رکھ ہوا کہ عثمان تو کہے کا طواف کر رہے ہوں گے حضور ﷺ کو اپنے صحابی پر اعتماد تھا فرمایا وہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابوسفیان وغیرہ سے ملنے رہے اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ جب واپس آنے لگے تو خود قریش نے کہا تم مکہ آئے ہو طواف کہہ کر تو کرتے جاؤ انہوں نے جواب دیا یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس جواب پر بڑا غصہ آیا جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا عشق رسول میں چنگی اور حب نبی میں وراثتی کا اس سے بہتر مظاہرہ چشم عالم نے کم



### حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی قربانیاں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے سخی اور سخی تھے ہمیشہ اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے۔ اکثر غزوات کی تیاری میں دل کھول کر کثیر رقم دی۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انہیں پینے کے پانی کی سخت قلت تھی۔ بنیر روم کا مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا اس نے مسلمانوں کو پانی قیامت دینا منظور کیا۔ مگر یہ بڑا تکلیف دہ کام تھا۔ اور عام استعمال کے لیے بے سرماسانی کی حالت میں پانی مول لینا مسلمانوں کے لیے بہت مشکل تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے حضور کے کہنے پر یہ کنواں بیس ہزار دینار دے کر خرید لیا اور مسلمانوں کے لیے دقت کر دیا۔

جنگ تبوک کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سواونٹ، ایک سو گھوڑے، مع ساز و سامان اور ایک دینار دیئے۔ مسجد قباء کی زمین بھی آپ نے ہی خرید کر دی تھی۔

یہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا آپ کے سیکڑوں اونٹ غلہ سے لدے ہوئے یمن سے آئے۔ تاجر تیار کھڑے تھے۔ کہ وہ ایک کے بدلے دس روپے دے کر غلہ خرید لیں۔ مگر آپ نے دنیوی منافع پر ابدی منافع کو ترجیح دیتے ہوئے سب غلہ مفت تقسیم کر دیا اور اس دن سے آپ کا لقب سخی پڑ گیا۔

### ہیا و پاس داری:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت باحیا اور باغیرت تھے۔ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو حضور نے فرمایا میں اس سے شرم نہ کروں جس شخص سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؟ جب کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے اور سزا کا خوب اہتمام کرتے حضور اکرم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے سب سے زیادہ میری امت میں شرم کرنے والے اور سب سے زیادہ عزت والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور نے دل جوئی کے لیے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کر دی اور پھر جب وہ بھی وفات پا گئیں تو حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو عثمان کی زوجیت میں دے دیتا۔

حضور اکرم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش پر شدید سے شدید خطا کاروں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن سعد بن

عی دیکھا ہوگا۔

### بیعت رضوان:

کفار کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روکنے سے یہ انواہ بچل گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ اس پر مسلمانوں نے حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ کفار سے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں گے۔ یہ بیعت رضوان اور بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

”لقد رضی اللہ عنہ المؤمنین اذ بیعوا بک تحت الشجرة“۔

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مومنوں سے جو تیرے قریب درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت میں رضائے الہی (رضوان) اور شجرۃ (درخت) دونوں لفظ آئے ہیں۔ جن پر اس بیعت کا نام رکھا گیا ہے۔ جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے تو حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رسول کا ہاتھ عثمان کے حق میں خود ان کے ہاتھ سے بہتر تھا۔

### فضائل عثمان رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ عادات و خصائل تقویٰ و پرہیزگاری دیکھ کر آنحضرت نے اپنی پیاری بیٹی رقیہ کی شادی آپ سے کر دی تھی۔ ہجرت کے بعد سے حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ کی وفات تک ہر جنگ میں حضرت عثمان ساتھ رہے اور ہر موقع پر کثیر مال سے اسلام کی اعانت و امداد کر کے ایثار و اخلاص کی بہترین مثال قائم کی۔

جب مسجد نبوی میں نمازیوں کی کثرت سے جگہ تنگ ہو گئی تو حضور رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو مسجد سے ملحق ہے کوئی شخص خرید کر دے تو مسجد وسیع ہو جائے گا یہ سنتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زمین خرید لی۔ جس میں جب حضور رضی اللہ عنہ غزوہ ذات الرقاع پر تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لشکر کے سردار تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تب و تہی بھی تھے۔



## نشر و اشاعت قرآن:

سیدنا ابو بکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن حکیم کا ایک مکمل نسخہ مرتب فرمایا تھا جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں رہتا تھا۔ جب فتوحات کا حلقہ بڑھا اور مختلف ممالک میں قرآن حکیم کی تعلیم کبھی تو ضرورت محسوس کی گئی کہ خلافت کے ہر ایک صوبے میں قرآن حکیم کا ایک ایک مستند نسخہ بچھایا جائے اور سب لوگ اس سے نقل کر لیں یا اپنے لئے صحیح کر لیں تاکہ قرآن کے الفاظ میں اختلاف پیدا نہ ہو بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عظیم کام سرانجام دیا اور مستند نسخے مختلف ممالک خلافت میں نشر کئے اس لیے آپ کا لقب ناشر قرآن ہے۔

## عہد عثمانی کی فتوحات:

فتوحات کا جو سلسلہ حضرت صدیق کے زمانے میں شروع ہوا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہایت شان و شوکت سے جاری رہا۔ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور آگے بڑھایا آپ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں درج ذیل ہیں۔

ان کے عہد خلافت میں فتح اول آرمینا کے علاقہ میں ہوئی۔ خلاط، نبردہ، ہمکور، قلہ، کسکیر، شروان، سرجان، اردستان، دیلم اور شمشاط فتح کرنے کے بعد تفلہس، جازان، اور بلاد سیال کے سارے علاقے میں اسلامی پرچم لہرایا۔

۳۵ھ میں الجزائر اور مراکش فتح کیے ۲۸ھ میں قبرص صقلیہ اور جزیرہ رودس فتح کیا گیا۔

۳۰ھ میں طبرستان فتح ہوا۔ طین، طالقان، قاریاب، جوزجان، کوکویہ، روست، ناسرود، شردانہ، ذریخ، مصر، طرابلس، تونس، الجزائر اور مراکش فتح ہوئے۔

۳۲ھ میں مصر کے جنوب میں نوبہ کا ملک فتح ہوا۔ ۳۳ھ بحیرہ روم کے جزیرہ لاؤ کو فتح کیا گیا۔ حکومت کے جو حصے اور محکمے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قائم کیے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں برابر جاری رہے۔ ان میں زیادتی ہوئی اور مفتوحہ ملکوں سے وصول ہونے والا خرچ دوگنا ہو گیا۔ آپ کے عہد خلافت میں بہت سے سڑکیں، مسجدیں، پل، فوجی چوکیاں قائم ہوئیں۔ سرائوں اور مہمان خانوں کا انتظام کیا گیا۔ جن میں مسافروں کے

ابلی شرح کا تب وقتی پر جب کتابت میں تصرف کرنے کا جرم ثابت ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس جرم پر پھانسی کے قتل کو مباح قرار دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ اپنے رضائی بھائی کے بارے میں قتل کے اس فتوے پر بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے عبداللہ سے اس شدید جرم سے توبہ کرائی اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے آپ کی سفارش قبول کرتے ہوئے عبداللہ سے اسلام پر دوبارہ بیعت لی اور قتل کے فتوے پر غلط فہمی مٹائی۔ بعد میں یہی عبداللہ فریقہ میں اسلام کے پہلے پیا مبر ثابت ہوئے۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا۔ جس وقت وصیت نامے میں دوسرا خلیفہ مقرر کرنے کا موقع آیا تو حضرت ابو بکر پیاری کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ پڑھنے کو فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پڑھا جس پر بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اور کہا جزاک اللہ تم نے ٹھیک لکھا۔ حضرت خلیفہ ثانی کو بھی اپنے ایام خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتنا ہی اعتماد رہا جتنا حضرت خلیفہ اول اور حضور اکرم ﷺ کو رہا تھا۔

## خلافت:

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عین نماز کی حالت میں ایک مجموعی کے خنجر سے گھاتل ہو کر گر گئے تو آپ نے انتقال سے پہلے چو صحابہ کی مجلس شوری قائم کی اور فرمایا یہ چھ آدمی اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ باقی نام یہ ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ۔

## بطور خلیفہ سوم:

اس طرح آپ کا انتخاب یکم محرم الحرام ۳۲ھ، ۱۱ نومبر ۶۴۴ء بروز یک شنبہ (اتوار) عمل میں آیا حضرت عمر کے عہد خلافت میں عام مسلمانوں کی جو حالت تھی وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد سے بالکل مختلف تھی حضرت عمر کے دور میں اسلام اپنی شان و شوکت کے دور میں داخل ہو چکا تھا۔ تمام عرب میں کلمہ اول پڑھا جاتا تھا رسوم جاہلیت مٹ چکی تھیں۔ بلند پایہ سیاسی لیڈر اہل بصیرت، ماہر قانون اور مذہبی لحاظ سے ممتاز لوگوں کی کمی نہ تھی۔



آرام و آسائش اور کھانے پینے کا پورا انتظام تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں مسجد نبوی کو از سر نو تعمیر فرمایا۔ ساری عمارت کی تعمیر میں پتھر استعمال ہوا مسجد کی توسیع کے لیے جن لوگوں کے مکانات لیے گئے تھے انہیں معاوضہ دیا گیا گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے وسیع چراگاہوں اور بڑے زاروں کا انتظام کیا گیا۔

### حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عبداللہ بن سبا یمن کا یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سودا تھا اس وجہ سے اسے ابن سودا بھی کہتے تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان ہوا لیکن وہ شریک تھا کھادے کے طور پر مسلمان ہوا تھا وہ اسلامی شہروں میں گشت کرتا پھرتا تھا۔ مسلمانوں کو گمراہ کرنا اس کا مقصد تھا۔ اس نے اپنی مہم پوشیدہ طور پر حجاز سے شروع کی پھر بصرہ، کوفہ اور شام کو بھی اس میں شامل کر لیا لیکن کہیں بھی اس کی دال نہ لگی جب شام والوں نے اس کو نکال دیا تو وہ مصر پہنچا۔ اس کی جماعت کے لوگ تمام شہروں میں پھیل گئے تھے اور آپ میں خفیہ خط و کتابت کرتے تھے ان بدطن لوگوں کا ظاہر باطن یکساں نہ تھا یہ بظاہر تو اسلام کے خیر خواہ لیکن باطن میں اسلام کے دشمن تھے۔

### شہادت:

مدینہ میں مصریوں کی آمد کے بعد پہلا جہد آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب معمول جہد کی نماز پڑھائی اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی آپ نے فرمایا اے دشمنان خلیفہ اللہ سے ڈرو۔ اہل مدینہ خوب جانتے ہیں کہ تم زبان رسول سے طعون کھلائے گئے۔ ایک ایک کی تمام بلوائی ہنگامے کی صورت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اتنی سنگ باری کی کہ لوگ مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ ایک پتھر حضرت عثمان کو آکر لگا جس سے وہ بے ہوش ہو کر منبر پر گر پڑے۔ انہیں اسی حالت میں اٹھا کر ان کو گھر پہنچایا گیا۔ اس وحشت ناک صورت حال سے متاثر ہو کر اہل مدینہ سے سعد بن مالک، حضرت حسن بن علی، زید بن ثابت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بلوائیوں سے قتال کرنے کی اجازت چاہی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ حضرت علی، طلحہ، زبیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آئے۔ بلوائیوں کی انسوسناک حال پر شکوہ کیا اور کچھ دیر بعد اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ ابن عدیس نے محاصرہ میں میں اعلان کیا کہ نہ کوئی شخص عثمان کے گھر داخل ہونے پائے اور نہ نکلنے پائے۔ مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے

کے لیے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت امام حسن عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، سعید بن عاص رضی اللہ عنہم اور حفاظت کرنے والے صحابہ کے دوسرے لڑکوں نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا دونوں طرف تلواریں نکل آئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صاحب زاروں کو روکا اور فرمایا تم یہاں میری حفاظت کے لیے جمع ہوئے ہو یا خون ریزی کرنے کے لیے؟ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ صحابہ میں سے ایک شخص نیاز بن عیاض اسلمی باغیوں کے ساتھ شریک تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دی کہ تم ان لوگوں کے ساتھ شرکت نہ کرو ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک شخص کثیر بن صلت کنفی نے نیاز بن عیاض کو تیر مار کر ہلاک کر دیا اس پر باغیوں نے حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ کثیر بن صلت کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم اسے قتل کریں گے۔ حضرت عثمان نے فرمایا جو شخص میری مدد کر رہا ہے اور مجھے قتل سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں اسے کیسے تہمارے حوالے کر دوں؟ یہ دیکھ کر باغیوں نے دروازے پر حملہ کر دیا۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا وہ اسے کھول نہ سکے۔ باغیوں نے دروازے کو آگ لگا دی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ طہ کی تلاوت میں مشغول تھے۔ بلوائی ارد گرد کے مکانات کو پھلانگ کر آپ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

آپ اس وقت نماز سے فارغ ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ محمد بن ابوبکر آگے بڑے اور آپ کی ریش مبارک پکڑ کر کہا اے نعل خدا تجھے ذلیل کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نعل نہیں بلکہ عثمان بن عفان امیر المؤمنین ہوں اے میرے بھتیجے اگر تیرا باپ اس وقت یہاں ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ (نعل کا معنی بوڑھا کھوسٹ) ابن ہشام سے مروی ہے کہ محمد بن ابوبکر جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک چھوڑ کر چلے گئے تو سودان بن حمران، ققیہ اور غفالی آپ حملہ آور ہوئے۔ سودان بن حمران نے وار کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ اونٹنی ہو گئیں اور تلوار کے وار تو اپنے ہاتھ پر لے لیا تو ان کی اگلیاں اڑ گئیں سودان پر غصے سے بید تے ہوئے حضرت نائلہ کولات مار کر پرے دھکیل دیا اور حضرت عثمان کو تلوار کی ضرب سے شہید کر دیا حضرت عثمان کے ایک غلام نے سودان کی گردن اڑا دی۔ ققیہ نے فوراً کود کر اس غلام کو قتل کر دیا۔ یہ لوگ گھر سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے دوسرے نوکر نے ققیہ کو بھی قتل کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۱۳ ذی



کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت علی اور بقیہ عشرہ مبشرہ کی طرح انہیں بھی جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تب و جی بھی تھے:

آن نور حیا کہ نام او عثمان بود  
از باغ شہادتش گل ایمان بود  
ہر قطرہ خوں کہ ریخت از بیکر او  
عنوان آرائے آیہ قرآن بود

شاہ علی کبیر متوفی ۱۲۸۴ھ فرماتے ہیں کہ:

عثمان کہ لقب شدہ باذوالنورین  
عقدش کردہ نمی بدو نور احسن  
بود او کامل حیا و ایمان  
باشد بہ نمی رفیق بازمیت و زین

الحجہ ۳۵ھ مطابق ۱۲ جون ۶۵۶ء جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ قرآن شریف کے جن الفاظ پر آپ کے خون کے قطرے گرے تھے وہ یہ ہیں۔

فسيكفيهم الله وهو السميع العليم

اللہ جلد ہی ان سے نپٹ لے گا کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور سنتا ہے۔

قاتل آپ کو شہید کرنے کے بعد بیت المال کی طرف بھاگے اور تمام خزانے پر قبضہ کر لیا آپ کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۸۲ برس کی تھی آپ نے گیارہ برس گیارہ ماہ اور اٹھارہ دن خلافت کی۔

### تدفین:

آپ جنت البقیع کے ایک حصے میں دفن ہوئے جس کا نام حش کوکب تھا جسے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر جنت البقیع کے قبرستان میں توسیع کی تھی۔ مغرب و عشاء کے درمیانی وقت میں آپ کو دفن کیا گیا۔ جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

### ترکہ:

آپ کی شہادت کے دن خازن کی تحویل میں تیس کروڑ پچاس لاکھ درہم اور ایک لاکھ پچاس دینار تھے گویا ۸۰ لاکھ پونڈ سے زیادہ مالیت آپ نے چھوڑی یہ سب مال لوٹ لیا گیا۔ آپ نے مقام ربذہ میں ایک ہزار اونٹ چھوڑے صدقات کے اونٹ مراؤٹیں خیبر اور وادی القریٰ میں اس کے علاوہ تھے جن کی مالیت کا اندازہ دس لاکھ دینار لگایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا شانے چوڑے سر کے بال گھنے اور داڑھی بھری بھری اور لمبی قد درمیانہ۔

### سیرت و کردار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب کیساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اپنی ذات کے لیے بدلہ لینے کا خیال اور انتقام کا جذبہ ان میں بالکل نہ تھا۔ فسادات کے ایام میں بارہا اس کا حجر بہ ہوا نہ ترش رو تھے نہ سخت گیر۔ آنحضرت ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لائق اعتماد سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ نرم اخلاق حیا و شرم حسن معاشرت اور مسلمانوں کی مالی اعانت کی وجہ سے ان

سُبْحَانَ اللَّهِ  
وَتَعَالَى





حافظ محمد وسیم اکرم نقشبندی  
راہنما مرکزی جماعت اہلسنت واولیاء کوہجر خان

میرزا نور الحسن شاہ نقشبندی  
 دہلی دکن  
 آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف (گوجرانوالہ)

پیشانی مبارک میں نورِ ولایت کی خاص چمک تھی آپ کا نام ایک بزرگ سید  
قربان علی شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق (نورالحسن) رکھا گیا۔

**مسئله نهم :**

آپ کا تعلق سادات کے معروف خانوادے ”بخاری“ سے تھا آپ کے والد گرامی سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی، عابد اور خدا شناس بزرگ تھے آپ کا سلسلہ بیعت حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ تو نسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا آپ کے دادا جان سید حیات علی شاہ بخاری اور آپ کے چچا حافظ سید غلام مصطفیٰ بخاری بہت بڑے عالم دین اور بزرگ شخصیت تھے آپ کے نانا سید عمر شاہ صاحب کامل ولی اللہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے پیر سید نور الحسن شاہ بخاری کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے سرکار مدینہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

مسک :

آپ کے زمانہ میں بنی سادات خاندان کے بہت سے افراد مذہب شیعہ اختیار کر لیا چنانچہ بچپن میں آپ کو بھی اس کا اثر پہنچا لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں بھی ہم نے برخلاف عوام شیعہ کے نماز روزہ سے تغافل نہ کیا آپ کی آواز میں سوز و گداز تھا جب آپ مرثیہ خوانی اور نعت خوانی کرتے تو عجیب کیف و سرور پیدا ہوتا اور آپ پر اور سامعین پر ایسا سوز طاری ہوتا کی سننے والے دم بخود ہو کر وجد میں آجاتے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا نور اُن صوفیائے کرام کی تبلیغی جدوجہد کا ثمر ہے جنہوں نے ہر سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو مد نظر رکھا ان صوفیائے ایک نام فخر السادات، شمس العارفین، ساقی میکدہ حضرت مجدد الف ثانی، مراد علی حضرت شیر ربانی، حضرت میر سید نور الحسن شاہ بخاری نقشبندی مجددی کا بھی ہے جنہوں نے علم و عمل کی تاثیر سے بیشار گرا ہوں کو راہ حق پر گامزن کر دیا ارض پاک کے مشہور صنعتی شہر گوجرانوالہ سے تقریباً ۲۵ میل مغرب میں حضرت کیلیانوالہ شریف کے نام سے ایک قصبہ اہل یقین کی عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے اس قصبے کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں سلطان الاولیاء میر سید نور الحسن شاہ بخاری نقشبندی مجددی جیسی ہستی مریخ خلافت ہیں حضرت کیلیانوالہ شریف میں مختلف ادوار میں کئی بزرگان دین نے جنم لیا لیکن اس قصبے کو اصل شہرت آپ کے علمی کارناموں اور روحانی و نظریاتی سر بلندی کی بدولت حاصل ہوئی آج یہ قصبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسی فرزند کی بدولت وطن عزیز میں عزت و توقیر کا منظر ہے آپ کے مزار شریف کا سفید گنبد اور اس کے چاروں طرف کھجوروں کے جھنڈ کو ایک نظر دیکھ کر حاضری دینے والوں کو قلبی سکون ملتا ہے۔

**ولادت:**

حضرت میر سید نور الحسن شاہ بخاری بروز بدھ بمطابق ۳۰ جنوری ۱۸۸۹ کو اس عالم شہود پر جلوہ افروز ہوئے آپ حسین و جمیل اور ہونہار تھے



### اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سے پہلا شرف ملاقات

ایک مرتبہ آپ اپنے برادر اکبر سید حسین شاہ بخاری کے ہمراہ زمین کے تبادلہ کے سلسلہ میں حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی بارگاہ میں حاضری دی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید حسین شاہ بخاری سے فرمایا کہ ان کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا ”توراکھن“ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”حسن کا نور بنا دوں“۔ حضرت توراکھن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میں کبھی کسی بڑے آفیسر سے مرغوب نہ ہوا تھا لیکن اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی توجہ فرمائی کہ میں بول بھی نہ سکا پھر میاں صاحب نے فرمایا زمین کے مربیوں کے تبادلے کی اتنی ضرورت نہیں اگر تم چاہو تو تمہاری قسمت کا تبادلہ بھی کر دیتے ہیں گھر آ کر سارا واقعہ آپ کے بھائی نے والدہ ماجدہ کو سنایا تو والدہ ماجدہ نے فرمایا آپ نے ہاں کیوں نہیں کی تو ادب سے عرض کی آپ میرے مرشد پاک ہیں پھر والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر دوبارہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا شاہ جی کیسے آئے ہو؟ عرض کی والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجام کو بلا کر آپ کی لیوں کو سنت مطہرہ کے مطابق بنانے کا حکم فرمایا حجام نے سنت کے مطابق کر دی تو اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شاہ جی ہم نے تمہارے دل کے صفائی کر دی ہے اس کے بعد آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کر لیا۔

### خلافت :

آپ سے پیر و مرشد کا روحانی تعلق اس قدر بڑھتا گیا کہ آپ مہینوں شرق پور شریف میں رہنے لگے مرشد پاک سے اپنے آپ کو دور گوارہ نہ کرتے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر (کشمیر) کے وقت آپ بھی ہمراہ تھے جب آپ کی اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح ظاہری و باطنی تربیت کی تو ایک روز اجازت خلافت عطا فرمادی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کی تاکید کی۔

### تصانیف :

آپ اپنے دور کے عظیم روحانی پیشوا تھے آپ نے اپنے علمی کمالات کا نمونہ ایک ایمان افروز تصنیف ”الانسان فی القرآن“ تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے بعد آپ کی دو اور کتب ”حکایات الصالحین“ اور ”مرآۃ المقلین“ اپنے دست مبارک سے لکھ

کر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برق توحیدی سے آپ کو جلد ہی علم لدنی سے مالا مال کر کے علامہ مولانا شاہ صاحب اور علامہ الدھر کے خطایوں سے نوازا۔

### دوقومی نظریہ کے حامی :

آپ دوقومی نظریے کے زبردست حامی اور مؤید تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کا گھر لکھی اور احراری لیڈروں کے مسموم اثرات کے ازالے کے لیے کوششیں کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مشہور احراری لیڈر ملک لعل خان سے دوران گفتگو فرمایا فرمان الہی ہے (حقیقت میں تمہارے دوست اللہ تعالیٰ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے بندگان خدا ہیں) القرآن۔ ایک مسلمان کے لیے تو یہی پیشوا اور راہنما ہیں اب ان کے سوا آپ کو گاندھی اور نہرو کا فرمان واجب العمل ہوگا جو سوائے جہنم کے ہمیں کسی راستے پر نہیں لے جاسکتے۔

### معمولات :

آپ کی زندگی عبادت و ریاضت میں بسر ہوئی مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرماتے آپ مکان شریف اور شرق پور شریف سے فارغ ہو کر لاہور تشریف لاتے اور حضرت علی جویری رحمۃ اللہ علیہ کے حزار پر حاضری دیتے آپ ۲۵ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پھر اسی وقت سے نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے دو رکعت نماز تہیۃ الوضو ادا فرماتے اور پھر تہجد کی نماز ادا فرما کر تین ہزار مرتبہ درود بختری پڑھتے (صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وبارک وسلم) یہ آپ کا محبوب ترین وظیفہ تھا۔

### لباس مبارک :

آپ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے فاخرہ لباس سے اجتناب کرتے باریک سوا پانچ گز لمبل کی سفید دستار اور سفید کپڑے کی ٹوپی، کلمہ، جمعہ اور عیدین یا شرق پور شریف یا مکان شریف کے محس پر پہنتے ورنہ سفر و حضر میں پانچ کتروں والی سفید ٹوپی اور دو گز لمبا و مال جو آسانی رنگ کا باریک گیر دار ہوتا اوپر پہنتے تھے کرتا طرز زرد والا جس کے بازو کھلے ہوتے تھے سفید اور زالوں تک لمبا ہوتا تھا تہجد سفید لٹھے کا ہوتا جمعہ کے دن سفید جبہ زیب تن فرماتے مردوں میں بند گھلے والی واسن استعمال کرتے جوتا ہمیشہ دلیکی استعمال کرتے جوتا پہنتے سے قبل دو رکعت نفل ادا فرماتے۔



## کشف و کرامت:

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بیسیوں کرامات مشہور ہیں۔ کتاب ”انشرح الصدور بجز کرۃ النور“ ۵۰۰ صفحات پر آپ کے ارشادات اور کرامات سے بھری پڑی ہے۔ مگر سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ تھی کہ آپ نے اعلیٰ حضرت میاں صاحب شریعتی کے منہ کو زندہ رکھا۔ عقیدت مندوں کو سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالنے اور انہیں شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن اصولوں کا پابند بنا کر منزل مقصود تک پہنچانا حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب آستانہ عالیہ بجلی شریف آپ کے مریدین میں سے ہیں۔

## شادی مبارک:

آپ کی شادی مبارک موضع بدورتہ ضلع کوہرا نوالہ کے سید خاندان میں اعلیٰ حضرت کے وصال مبارک کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

**اولاد:** حضور کی صلی اولاد کل چار نفوس ہوئی۔ ۱۔ خوشنویں مدینہ، مقبول بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سید محمد باقر علی شاہ بخاری نقشبندی بڑے صاحبزادے اور آج کل سجادہ نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آئین آپ دور حاضر کے عظیم پیشوا اور آستانہ عالیہ سے واسطہ لاکھوں خادموں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ آپ اپنے روحانی مقام اور مرتبہ کی وجہ سے مشائخ کی محفل میں سراج الالویاء اور قبلہ عالم کے القابات سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ سید نور الحسن شاہ صاحب کی عملی تصویر ہیں۔ آپ کی مجلس میں چند لمحے گزار کر قلبی سکون اور ایمان کی تازگی ملتی ہے۔ عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء جو شرق اور مغرب میں اشاعت دین اور ترویج سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصروف عمل ہیں۔ آپ ہی کے خدام میں شامل ہیں۔ تصوف، طریقت، شریعت، فقہ اور ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بشا رکب آپ ہی کے فرمان پر لگتی ہیں۔ خصوصاً فخری اہل سنت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد علی نقشبندی (رحمہم) کا آپ کے حکم سے عصر حاضر میں بدعتیہ کی کے سیلاب کو روکنے کے لیے تحفہ جعفریہ کی متعدد جلدیں، میزان الکتب، سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عقائد اہل سنت، عقائد شیعہ وغیرہ جیسی ضخیم جلدیں تحریر فرمانا آپ کی علم دوستی، دینی وابستگی اور مذہب حق اہلسنت و جماعت کے تحفظ و اشاعت کا منہ بولا ثبوت ہے اور جتنا کام عقائد اہل سنت کے لیے آپ نے کیا ہے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے

اس دور کے اندر اگر حضرت کیلیا نوالہ شریف کے فیضان کی ایک جھلک دیکھنی ہے تو جیسی دیکھی سادات خاندان کے چشم و چراغ، عظیم علمی و روحانی شخصیت حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ مشہدی، موسوی، کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم و چراغ، قائد اہلسنت حضرت امام الشاہ احمد نورانی کے زیر سایہ مدینہ الالویاء ملتان شریف میں عوام اہلسنت کے ملک گیر اجتماع میں تشکیل پانے والی ۷۱ کروڑ پاکستانیوں کی نمائندہ مذہبی جماعت مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ ممتاز عالم دین انتہائی وضع دار اور بارعب شخصیت کے مالک، بد مذہب، بد عقیدہ لوگوں اور وافض و خوارج کے خلاف سنگی تلوار ہیں۔ ان کا نام شیر اسلام حضرت پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی موسوی مدظلہ العالی ہیں۔ آپ کو پیر سید باقر علی شاہ صاحب سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خلافت ملی۔ سید باقر علی شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سید عظمت علی شاہ بخاری ہیں۔ خدام آپ کو ”چن جی سرکار“ کہتے ہیں۔ آپ ان کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے کا نام سید جعفر علی شاہ بخاری ہے جو ۱۹۹۰ء میں وصال فرما گئے۔ سیدہ ثریا کا وصال بھی بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

سیدہ بلقیس خاتون سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

**وصال:** آپ کا وصال شریف ۱۲ نومبر ۱۹۵۲ء بمطابق ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۷۲ھ میں ہوا۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کے ظاہری اور باطنی اتباع میں فانی الشیخ کا حقیقی نمونہ عوام و خواص کے سامنے اس شان سے پیش کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کامل کی تاریخ وصال، عمر اور وقت وصال میں ایک سینکڑا کا فرق بھی رونما نہ ہوا۔ آپ پوری طرح اعلیٰ حضرت شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سے مطابقت رکھتے۔ اسی لیے حضرت میاں صاحب شرق پوری فرماتے تھے۔ جس نے مجھے دیکھا ہودہ نور الحسن کو دیکھ آئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں غوث وقت پیر کمانوالے، میاں ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرق پوری بھی حاضر تھے۔ مگر باعث ادب امام حضرت سید محفوظ حسین شاہ صاحب سجادہ نشین مکان شریف نے آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کا سالانہ عرس پاک ۲۳، ۲۴ نومبر آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف میں حضور قبلہ عالم پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری کی زیر نگرانی میں منعقد ہوتا ہے۔ عرس کی تقریب میں ملک کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں عقیدت مند اور کثرت سے علماء و مشائخ شرکت کرتے ہیں۔ آپ کا حزار شریف بلاشبہ مرجع خواص و عام ہے۔



## شہید اہل سنت علامہ محمد عامر ندیم شہید

سرمہادیم رضا پاکستان و جنرل میگزین مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان ڈویژن راولپنڈی کی

از ترجمان فکر رضا علامہ

محمد شفیق قادری

## زندگی و مسکسی خدمات

کام کی نوعیت کو دیکھ کر ہر ذی شعور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتا ہے کہ ایسا ولولہ اور جذبہ دل میں سا کر کام کرنا اسی شخص کا کام ہے جس کی رکوں میں حیدر کرار کا خون گردش کر رہا ہو۔

### تعلیم و تربیت:

مولانا عامر ندیم نے ناظرہ قرآن اپنے گاؤں میں ہی پڑھا بعد ازاں آپ حفظ القرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے علاقہ کی مشہور و معروف قدیم دینی درسگاہ میں تشریف لے گئے جہاں پر آپ نے محنتی اور مشفق اساتذہ کی زیر نگرانی حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

جب آپ قرآن کریم یاد کر چکے تو ”اطلب العلم ولو بالھین“ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے علم دین کے یہ متلاشی اہل سنت کی عظیم دینی درس گاہ جامع اکبریہ میانوالی میں درس نظامی کے حصول کے لیے تشریف لے گئے۔ بعد ازاں آپ کسی مجبوری کی بنا پر راولپنڈی آ گئے اور جامع اسرار العلوم راولپنڈی میں تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا اور دورہ حدیث شریف کے لیے غزالی زمانہ شیخ القرآن والحدیث علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب کے پاس جامع اسلامیہ غوثیہ پیکوال کا رخ کیا اور علم و عرفان کے اس آفتاب سے اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہوئے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

### مسکسی خدمات:

تحصیل علم کے بعد آپ نے جو بنی عملی زندگی میں قدم رکھا تو اپنی زندگی کے شب و روز مسک حق اہل سنت والجماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دیئے۔ ابتداً آپ نے راولپنڈی کی مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال پر خصوصی توجہ دی اور کئی نوجوانوں کو راہ مستقیم پر گامزن کر کے فکر رضا کا علم ہاتھ میں تمھایا۔

نظام حیات میں ہر لمحہ عروج و زوال کے انقلابی دائرے سینٹے اور پھلتے رہتے ہیں۔۔۔ مظاہر فطرت کی نوعاً عمومی ہر لحظہ جس حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لیے بے تاب رہتی ہے ذرے جو ناقابل شکست درخت سمجھے جایا کرتے تھے ان کا کلیجہ پھٹ کر طاقت اور قوت کے سربستہ رازوں کو منکشف کر رہا ہے۔ نت نئی سے نئی حقیقتیں کھل رہی ہیں نظامتوں کی کون کون روشنیاں دوسوں کی تہوں میں کھب رہی ہیں کوئی نکتہ ایسا نہیں جسے رازداروں کہا جاسکے کوئی زاویہ ایسا نہیں جس میں جھانکا نہ جاسکے کوئی موقع ایسا نہیں جس کی جستجو ممکن نہ ہو اور کوئی افق ایسا نہیں، جس کے تغیر پذیر رنگوں سے پیغام نہ لیا جاسکے۔ ظاہر باطن ہو رہے ہیں اور باطن ظاہر کا روپ دھار رہے ہیں اول، آخر کو پانے کی فکر میں اور آخر، اول کی دلیلیں پر سجدہ زن ہو رہا ہے۔ ایسے میں کبھی کبھی کوئی ذات اگر پردہ در پردہ حجاب و حجاب چھید گیوں میں گم نظر آتی ہے تو وہ محض حضرت انسان ہے جسے خالق ارض و سما نے اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب فرمایا اور یہ انسان جب اپنی خواہشات کو، جان و دل، ہوش و خرد سب کو خاتم الانبیاء ﷺ کے لائے ہوئے دین کے تابع کر دیتا ہے تو اس پیکر عشق کی ذات سے رمتوں کے سوتے پھوٹتے ہیں اسی حضرت انسان جو کہ کلی ہے کہ ایک تناور فرد مجاہد اہل سنت قاطع رافضیت و خارجیت داعی فکر رضا۔۔۔ علامہ محمد عامر ندیم چشتی ہیں جنہیں اس مملکت خدا داد پاکستان کے سبز پرچم کے چاند ستارے کو نور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

### نام و نسب:

مولانا محمد عامر ندیم بن گل محمد ضلع پیکوال کی تحصیل تلہ سنگ کے ایک گاؤں جیال میں ۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو پیدا ہوئے آپ ”اعوان“ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ وہی خاندان ہے جو سلسلہ یہ سلسلہ اور کڑی یہ کڑی سیدنا محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے جا کر حضور مولا کائنات سیدنا علی المرتضیٰ مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور علامہ عامر ندیم کے جوش و جذبہ اور



## محدث اعظم کے شہر میں:

شہید اہل سنت راولپنڈی میں کچھ عرصہ ترویج و اشاعت اسلام کے لیے کام کرنے کے بعد محدث اعظم پاکستان کے شہر فیصل آباد تشریف لے گئے اور وہاں جا کر صبح و شام اور دن، رات دین کی سر بلندی کا کام کرتے رہے۔ اور بزرگوں کے ساتھ محبت و عقیدت اور ادب و احترام کا حال یہ تھا کہ جب تک فیصل آباد میں مقیم رہے ہر روز بلا تاخیر حضور محدث اعظم کے مزار پر حاضری دیتے اور وہاں سے فیض رضا کے جام لیتے اور لحد بہ لحد رضا پر پختہ سے پختہ ہوتے جاتے ہیں۔

راولپنڈی میں دوبارہ آمد:

علامہ محمد عارف رحمہ اللہ چند سال فیصل آباد میں کام کرنے کے بعد واپس راولپنڈی تشریف لے آئے، اور یہاں آکر ”بزم رضا پاکستان“ کے نام سے قائم کردہ تنظیم کی آٹھ سال تک سرپرستی فرماتے رہے۔ بزم رضا پاکستان کی شہرت و عروج اور چار دانگ عالم میں اس کا نام و کام پہنچانے اور اسے چار چاند لگانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

اگر آپ کی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو شہید اہل سنت کی زندگی کا ہر لمحہ اہل سنت کے پیغام عظیم کے ابلاغ اور فکر امام احمد رضا کی آبیاری کے لیے گزرتا تھا۔ اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں بالخصوص نوجوان نسل کو فکر رضا پر چلانے کی جدوجہد فرمائی۔ آپ نے اپنی زندگی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور کئی مکی عشق رسول کی شمع کو فروزاں کرنا اور گھر گھر میں فکر رضا کا پرچم لہراتا تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ آپ پورے سال کے اہم ایام جیسے عید میلاد النبی ﷺ ایام وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کے اعراس پر بالخصوص یوم رضا کے موقع پر محافل کا خصوصی انتظام کرتے تھے۔ اور محرم الحرام کے ماہ مقدس میں محافل و ذکر امام حسین اور ریح الاول میں بارہ روزہ محافل میلاد النبی کا اہتمام آپ کا شوق ہوا کرتا تھا۔

مساجد کی تعمیر اور مسلکی غیرت:

اہل سنت کی مساجد کی انتظامیہ کی خستہ حالی دور حاضر میں کسی سے چھپی نہیں ہے۔ جسے کہہ کر آئے دن بد مذہب اہل سنت کی مساجد پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو اس طوفان بد خیزی کو روکنے کے لیے

بھی آپ نے بڑی محنت و مشقت سے کام لیا اور کئی مسجدیں بد مذہب سے لیکر واپس آئمہ اہل سنت کے حوالے کیں۔ اور جامع مسجد عباسیہ ڈبل روڈ راولپنڈی اور جامع مسجد کعبہ خضریٰ ڈھوک رتہ راولپنڈی کی تعمیر میں آپ نے ذاتی طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنا کردار ادا کیا اور یہ مساجد آج بھی آپ کے اخلاص نیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اور غیر وہدائی کے علاقہ میں قبرستان کے قریب جامع مسجد صدیق اکبر میں آپ عرصہ دراز تک کام کرتے رہے اور یہاں آپ نے ایک مدرسہ کا قیام بھی فرمایا جو کہ ”جامعہ صدیق اکبر“ کے نام سے آج بھی قائم و دائم ہے شعبہ حفظ القرآن اور شعبہ درس نظامی کے تقریباً پچاس کے قریب طلباء وہاں زیر تعلیم ہیں۔ اور اپنے علم کی بیاس بجھانے کے لیے شب و روز کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام طلباء کو علم نافع کی دولت سے نوازے اور اپنی امن امان میں رکھے اور اس جامع کو علامہ عارف رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

اور یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ آپ ہر حال میں بڑی سختی کے ساتھ مسلک اہل سنت پر کاربند رہنے والے تھے اور کئے اور چکے والے نہیں تھے۔ جامع مسجد صدیق اکبر کے قریب تقریباً سو گز کے فاصلہ پر دیوبندیوں نے جگہ لے کر اہل سنت کے مقابلے میں مسجد بنانی چاہی تو آپ نے بزم رضا کے پلیٹ فارم سے اس مسجد کی تعمیر کو اادی دیوبندیوں کے ساتھ راولپنڈی کے بڑے بڑے سیاسیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن فکر رضا کے علمبردار علامہ محمد عارف رحمہ اللہ نے انہیں اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ بالآخر تنگ آکر دیوبندیوں نے آپ کو کہا کہ ہم آپ کو پانچ لاکھ روپیہ دیتے ہیں آپ صرف اتنی بات لکھ دیں کہ ہمیں اس مسجد کے بننے پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تم پانچ لاکھ کی بات کرتے ہو اگر پانچ کروڑ بھی دو بلکہ اگر میری جان بھی لے لو تو میں اپنے مسلک کے بارے میں سودا بازی نہیں کر سکتا کیونکہ امام اہل سنت کا پیغام یہ ہے:

کروں مدح اہل دول رضا  
پڑے اس بلا میں میری بلا  
میں گدا ہوں اپنے کریم کا  
میرا دین پارہ ناں نہیں



عرفان شاہ صاحب مشہدی نے جنازہ پڑھایا۔ قائد اہل سنت نے شہید اہل سنت علامہ عامر ندیم شہید کے لئے اس موقع پر ان الفاظ سے اظہار محبت فرمایا:

عامر ندیم تھا وہ ندیم رضا بھی تھا  
اسے دربار مصطفیٰ سے جذبہ وفا بھی تھا  
الفت میں چار یار کی شوق فدا بھی تھا  
عرفان وہ قبول آل عبا بھی تھا

### تقریریں خبر

نیٹو کا سٹل UK برطانیہ میں سجاد حسین عرفانی کی والدہ محترمہ انتقال فرمائیں  
جن کی نماز جنازہ اور امور تدفین کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے  
سجاد حسین عرفانی پاکستان روانہ ہوئے بوقت روانگی

جہۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی

نے ان سے تقریرت کی اور ان کی والدہ کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔  
اللہ تعالیٰ سجاد حسین عرفانی کی والدہ محترمہ کی بخشش فرمائے اور انہیں جنت  
القدوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

### اظہار تعزیت

مٹھی سکے کی میں چو بدری لیاقت عباس بھٹی انتقال فرما گئے جن کی ساری  
زندگی دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں گزری خصوصاً مسلک  
حق اہل سنت و جماعت کے لئے ان کی خدمات کو کسی صورت میں بھی  
فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جہۃ الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی موسوی

نے ان کی خدمات پر ان کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کے جملہ متعلقین  
سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات کیلئے دعا بھی فرمائی۔  
اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اگر کسی نے دیکھا ہو تو وہ آج بھی دیکھ سکتا ہے کہ بد مذہبیوں کا  
منسوب آج بھی دھرے کا دھرا ہوا وہاں ہی خاک مل گیا

آپ کے اسی دینی اخلاص اور نیک نیتی کی بنا پر قائد اہل سنت جہۃ  
الاسلام علامہ پیر سید محمد عرفان مشہدی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت  
پاکستان نے آپ کو جون ۲۰۰۸ء میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کا  
پاکیزہ پیغام پورے ڈویژن کے ہر خاص و عام تک پہنچانے کیلئے مرکزی  
جماعت اہل سنت پاکستان راولپنڈی ڈویژن کا جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا جس  
کے نتیجے میں آپ نے اس کی عظیم سازی کے لئے خصوصی کاوش فرمائی۔

آپ نے ۲۰۰۷ء میں عظیم الشان کانفرنس دارالعلوم احسن المدارس  
باغ سرداراں راولپنڈی میں منعقد کی جس میں قائد اہل سنت علامہ پیر سید  
عرفان شاہ صاحب مشہدی کے عقیدہ اہل سنت کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت  
جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ یہ عہد کیا کہ ان اے حلقہ ۵۵ راولپنڈی میں  
ایک بد عقیدہ جو ہر انکیشن میں قومی اسمبلی کا ہر انکیشن جیت کر بد مذہب لوگوں  
کی ترجمانی کرتا ہے۔ اسکو کوئی دوش نہیں دی جائے اس کانفرنس میں لیے  
گئے عہد کا یہ اثر ہوا کہ تین مرتبہ اس حلقہ کے انکیشن میں وہ شخص اقتدار تک  
بھی نہ پہنچ سکا۔ اور اس کو منہ کی کھائی پڑی۔

۲۰۰۸ء میں آپ تاجدار بریلی کانفرنس ڈھوک حسو راولپنڈی کے  
گراؤنڈ میں منعقد کی جس میں عوام الناس کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی  
جس کانفرنس کے روحانی اور وجدانی مناظر آج تک عشاق کی آنکھ میں بے  
ہوئے ہیں اس کے علاوہ ۲۰۰۹ء میں حق چار یار کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں  
قائد اہل سنت پیر سید عرفان شاہ صاحب مشہدی کا فکر انگیز اور تاریخی خطاب  
ہوا اور اپنے قائد فکر احمد رضا کے مشن کے ساتھ وفا کا یہ انداز تھا کہ ۲۸ نومبر  
۲۰۱۰ء کو رکھی گئی۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی یاد میں کانفرنس کی تیاریوں کے  
سلسلہ میں معروف عمل تھے۔ ۵ نومبر بروز جمعہ المبارک نماز جمعہ پڑھنے کے  
بعد آتے ہوئے شدید حادثہ کی وجہ سے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خالق  
حقیقی سے جا ملے مرحوم کے دو بیٹے حماد احمد رضا اور حسان احمد رضا باپ کے  
سائے رحمت سے محروم ہو گئے۔

آپ کے نمازے جنازہ میں تمام عظیمیات اہل سنت کے نمائندہ  
مکان اور سینکڑوں عاشقان مصطفیٰ شریک ہوئے۔ اور قائد اہل سنت پیر سید



قائم رکھیں

مرکزی جماعت اسلامی پاکستان

مرکزی دفتر | ملین بازار حضور و امانت گنج بخش لاہور

محترم جناب امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان۔

میں نے مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے اغراض و مقاصد کا بغور مطالعہ کر لیا ہے مجھے ان سے مکمل اتفاق ہے۔ جماعت کے دستور پالیسیوں اور فیصلوں کی پابندی کا عہدہ کرتے ہوئے درخواست گزار ہوں کہ مجھے حسب ضابطہ جماعت کا رکن بنایا جائے۔ میرے کوائف حسب ذیل ہیں۔

شناختی کارڈ نمبر

نام \_\_\_\_\_ ولدیت \_\_\_\_\_

تاریخ پیدائش ..... تعلیم ..... پیشہ .....

سقطلیہ

2099

تاریخ

و سخط

تصدق  
ضلعی امیر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان

تقدیق مقامی امیر مرکزی جماعت المسلمین پاکستان

دستخط

خط



# اغراض و مقاصد

- ۱۔ بحث رسالت کے بلند تر مقاصد تلاوت قرآن تعلیم کتاب و حکمت تزکیہ نفوس کا اہتمام کرنا۔
- ۲۔ اسلام کا آفاقی پیغام شستہ اور احسن انداز میں بنی نوع انسان تک پہنچانا۔
- ۳۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے ذہن سازی کرنا۔
- ۴۔ بدعتیگی اور الحاد کے طوفانوں میں مسلم امد کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا۔
- ۵۔ ہر قسم کے نسلی و لسانی اور علاقائی تعصبات کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ معاشرتی برائیوں اور غیر اسلامی رسوم کے خلاف صف آراء ہونا۔
- ۶۔ صوفیاء کے پیغام امن کو آگے بڑھاتے ہوئے عوام و خواص کی روحانی تربیت کی کوشش کرنا۔
- ۷۔ سواد عظیم (اہلسنت و جماعت) کے مسلک کے فروغ کے لیے جہد مسلسل کرنا۔
- ۸۔ غلبہ اسلام کے لیے امت مسلمہ میں جہادی روح پیدا کرنا۔
- ۹۔ حقوق اہلسنت کے تحفظ اور سنی کا زکی تقویت کے لیے جرات مندانہ کردار ادا کرنا۔
- ۱۰۔ خلق خدا کی خدمت کی غرض سے رفائی اور سماجی کاموں میں خصوصی دلچسپی لینا۔
- ۱۱۔ امر بالمعروف اور نہی المنکر کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنا۔
- ۱۲۔ سنی مساجد و مدارس کی اصلاح کے لیے کام کرنا نیز اوقاف کے زیر نظام سنی مساجد و مدارس میں مذاہب باطلہ کی مداخلت کو روکنا۔
- ۱۳۔ خانقاہی نظام اور مدارس عربیہ کے نظام کے درمیان حائل خلیج کو ختم کرنا اور انہیں رسم شمیری کی ادائیگی کے وقت اور ضرورت کا احساس دلانا۔
- ۱۴۔ میلاد شریف، معراج شریف، ایام خلفاء راشدین، محافل ذکر اہلسنت و صحابہ کرام اور فروغ نعرہ تحقیق حق چار بارہ اور عظمت حضرت امیر معاویہ و اعراس بزرگان دین ایسی تقریبات کا اہتمام کرنا اور انہیں زیادہ سے زیادہ موثر اور با مقصد بنانا۔
- ۱۵۔ صحت مند لٹریچر کو یقینی بنانا اور اسے منظم انداز میں تقسیم کرنا۔
- ۱۶۔ دنیا بھر کے اطراف و اکناف میں بسنے والے اہلسنت سے روابط قائم کرنا اور سنی برادری کو فروغ دینا۔
- ۱۷۔ اولیاء کے فیضان پاکستان کی نظریاتی اساس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ جذبہ حب الوطنی سے اس کی خوش حالی کے لیے کام کرنا۔
- ۱۸۔ ہر شعبہ زندگی میں موجود سنی حضرات کو تنظیمی اور تحریری مزاج میں ڈھالنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

## نالیست

کارکن یا رکن نااہل ہو جائے گا۔

- ★ مرکزی جماعت اہلسنت کی سرگرمیوں میں دلچسپی ترک کر دے گا۔
- ★ دین اسلام یا عقائد اہلسنت سے انحراف کرے گا۔
- ★ مرکزی جماعت اہلسنت کے اغراض و مقاصد سے متصادم کسی تنظیم یا ادارے میں شمولیت اختیار کرے گا۔





پہلو ال بشارت میں قائم ال سنت  
یار رسول اللہ کا نفرین کے شرکاء سے مخاطب ہیں



تاکثر کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی  
کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی



یہ سب کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی  
کے لئے دعا ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی





مقامی سطح پر تمام مذاہب کے ذریعہ تمام مذاہب کے علماء و علما نے شرکت فرمائی  
 مدنی و اسلامی تنظیموں کے ذریعہ تمام مذاہب کے علماء و علما نے شرکت فرمائی

مقامی سطح پر تمام مذاہب کے ذریعہ تمام مذاہب کے علماء و علما نے شرکت فرمائی  
 مدنی و اسلامی تنظیموں کے ذریعہ تمام مذاہب کے علماء و علما نے شرکت فرمائی

